رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی

مُسلم مشنری

مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مُسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

| جلد ۵ | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر ۷ |

فہرست مضامین

۱۔ شذرات ... ۲۸۹
۲۔ حضرت محمد صلعم اور آپ کا مشن ... ۲۹۱
۳۔ نبیوں میں سے سب سے آخری نبی ... ۲۹۵
۴۔ عیسائیت میں علم الٰہیات مشتاق کی قابل توجہ ... ۲۹۶
۵۔ عبادت ... ۲۹۸
۶۔ اعتقادات، مذہب، تعلیم اور رواج کا اثر روح کے فعل پر ... ۳۰۷
۷۔ رواداری ... ۳۱۰
۸۔ شہدائے ثلاثہ ... ۳۲۱
۹۔ میں نے اسلام کیوں قبول کیا ... ۳۲۹
۱۰۔ اسلام اور عیسائیت میں قول فیصل ... ۳۳۲
۱۱۔ نظم در مدح حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلعم ... ۳۳۵

فہرست کتب اشاعت اسلام بک ڈپو لاہور

محصول ڈاک بذمہ خریدار

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
۶ پرچے اشاعت اسلام سنہ ۱۹۱۴	۱۲ر	ادیب النسواں	۴ر
۱۱ " سنہ ۱۹۱۵ء	عکر ۱۲ر	انشائے نسواں	۴ر
۱۱ پرچے " سنہ ۱۹۱۷ء	عکر ۱۴ر	صبر کی دیوی	۳ر
براہین نیرہ	۱۲ر	خورشید جہاں	۴ر
اسوہ حسنہ	۸ر	رفیق مرزا	۳ر
اُم الالسنہ	۱۲ر	زنانہ خطوط	۵ر
لمعات انوار محمدیہ	۶ر	لیکچر اسلام - از مسز اینی بسنٹ	۳ر
خطبات نحریہ مکمل سٹ	عصر	مسدس حالی	۸ر
مسلم مشنری کے ولائتی لیکچر حصہ اول	۱۰ر	زنانہ حساب کتاب	۱۰ر
" " حصہ دوم	۱۰ر	تعلیم الصبیان	۳ر
" " حصہ سوم	۱۰ر	مناجات بیوہ	۲ر
بنگال کی دلجوئی	۱ر	رباعیات حالی	۴ر
نکات القرآن حصہ اول	۸ر	جام کوثر	۴ر
" حصہ دوم	۸ر	راہ جنت	۳ر
" حصہ سوم	۸ر	امام حسین	۴ر
" حصہ چہارم	۱۰ر	۱۶ دلچسپ کہانیوں کا مزیدار سٹ	عہ ر
حدوث مادہ	۵ـ	ناصح مشفق	۳ر
جمع قرآن	۱۲ر	لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم	۳ر
حقیقۃ المسیح	۳ر	لیکچر اسلام	۱ر
تائید حق	۸ر	جام عرفان - نظم	۱ر
اسرار سلیمانی مجلد	۶ر	ہنر آموزی	۴ر
التوحید	۱ر	کھانا پکانا	۴ر
طریق فلاح	۱ر	اخلاقی کہانیاں	۴ر
مادہ فانی	۱ر	تعلیم نسواں کی پہلی کتاب	۲ر
کرشن اوتار	۱ر	" " دوسری کتاب	۳ر
پیغام صلح	۱ر	" " تیسری کتاب	۴ر

المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریۂ لنڈن

جلد (۵) — بابت ماہ جولائی ۱۹۱۹ء — نمبر (۷)

شذرات

ناظرین کرام کے لئے یہ امر موجب مسرت ہوگا۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کے ہندوستان واپس تشریف لے آنے پر مسلم مشن ووکنگ کا کام باحسن وجہ چل رہا ہے۔ جناب مسٹر مارمیڈیوک پکتھال صاحب موجودہ قائمقام امام مسجد ووکنگ اشاعت اسلام کے مُہتم بالشان کام کو ہر طرح سے کامیاب بنانے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُن کے نیک ارادوں میں برکت ڈالے اور اُنکی عمر دراز فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین

حضرت خواجہ صاحب آجکل شملہ میں قیام پذیر ہیں۔ آپ کی تازہ ڈاک سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابھی تک آپ کی صحت میں کوئی نمایاں ترقی نہیں ہوئی۔ مرض کا دورہ گاہے گاہے عود کر آتا ہے۔ اُمید واثق ہے کہ ہمدردان و بہی خواہانِ مسلم مشن ووکنگ بانی مشن کی صحت و درازیٔ عمر کے لئے دُعا فرما کر عند اللہ ماجور ہونگے ✤

لنڈن مسلم نمازگاہ اور مسجد ووکنگ میں لیکچروں کا سلسلہ حسب معمول جاری ہے مسجد ووکنگ میں جناب ملک عبدالقیوم صاحب بی اے اور جناب مسٹر شمس الدین شمس صاحب نومسلم ہر اتوار کو حسب دستور لیکچر دیتے رہیں +

ماہ صیام کی وجہ سے رسالہ اسلامک ریویو انگریزی بابت ماہ جولائی و اگست ۱۹۱۹ء ڈبل نمبر شائع ہوگا۔ جو جولائی ۱۹۱۹ء کے اختتام تک ہندوستان میں پہنچ جاویگا +

لنڈن مسلم نمازگاہ میں ماہ مئی ۱۹۱۹ء میں جناب مسٹر ایس۔ ایچ رضا صاحب و جناب مسٹر ڈڈلے رائٹ شیخ محمد صادق صاحب نومسلم و جناب رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ شیخ رحمت اللہ صاحب الفاروق نے اپنے مواعیظ حسنہ سے اہالیان لنڈن کو تبلیغ حق کی۔ جناب ایس۔ ایچ رضا صاحب نے ۴ مئی ۱۹۱۹ء کو لیکچر فرمایا۔ اور جناب مسٹر ڈڈلے رائٹ شیخ محمد صادق صاحب نومسلم نے اس مہینہ میں دو لیکچر فرمائے۔ پہلا لیکچر مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۱۹ء میں انہوں نے ایک خط کا جواب دیا۔ اور آپکے دوسرے لیکچر کا عنوان قرآن کریم تھا۔ جو آپنے ۲۵ مئی ۱۹۱۹ء کو فرمایا۔ جناب رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے صاحب نے مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۱۹ء کو لیکچر فرمایا +

اسلامک ریویو کے تازہ نمبر میں اُن مخلص احباب کا شکریہ ادا کیا گیا ہے۔ جو مختلف ممالک میں ووکنگ مسلم مشن کے لئے خود بخود چندے جمع کرنے اور مشن کی اعانت کیلئے لوگوں کو تحریک کرتے ہیں۔ ان معاونین کرام میں سے دو کے نام اسلامک ریویو نے لئے ہیں (۱) جناب مسٹر علی حبیب صاحب (۲) جناب مسٹر عبدالقادر ابوقندیل صاحب۔ اور اس کے ساتھ ہی کسی شخص ایم الیس بت ...... کے متعلق متنبہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ بغیر کسی اجازت کے قرآن کریم کے متعلق خود بخود ایجنٹ کا کام کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے اسلئے کہ کوئی شخص ان کو ذاتی طور پر واقف نہ ہو۔ اور ان پر اعتبار کر سکتا ہو۔ حتے الوسع بچنا چاہئے۔ کیونکہ دفتر اسلامک ریویو

ووکنگ یا لاہور کی طرف سے کوئی ایسا ایجنٹ کسی جگہ مقرر نہیں۔ اور نہ کوئی اسکی ذمہ داری اس پر عائد ہو سکتی ہے +

کاغذ کی گرانی بدستور ہے۔ اسلئے ناظرین کرام سے مؤدبانہ التماس ہے کہ از راہ کرم رسالہ ہذا کی اپنے حلقۂ اثر میں توسیع اشاعت فرما کر داخل حسنات ہوں +

جملہ خریداران رسالہ کی خدمت میں عرض ہے کہ از راہ نوازش خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا ضرور حوالہ فرمایا کریں۔ اور عدم وصولی رسالہ و دیگر شکایات سے فوراً منیجر رسالہ ہذا کو مطلع فرما کر ممنون فرمایا کریں۔ تاکہ اُن کا فوری تدارک کیا جاوے +

حضرت محمدؐ صلعم اور آپ کا مشن

(از جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء)

حضرت محمد صلعم جناب مسیح سے ۵۷۰ سال بعد مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ چالیس برس کی عمر میں آپ کو وحی الٰہی ہوئی۔ اور خلق اللہ کے لئے جو چاراکنافِ عالم میں اصنام پرستی و اخلاقی پستی کے قعر مذلت میں گری ہوئی تھی بمنذر معلم اور نبی مقرر ہوئے۔ تاریخ عالم میں یہ زمانہ نہایت ہی تاریک زمانہ تھا۔ اور حضرت محمد صلعم مشعل ہدایت لائے۔ وہ شمع ہدایت مہر تاباں کی چمک سے بھی زیادہ روشن و چمکیلی ثابت ہوئی۔ اس نے انسانی قلب و روح کو منور کر دیا۔ ایسا کوئی بھی شخص دُنیا میں نہیں گذرا جس نے دُنیا کو مختلف پیرایہ میں زیر اثر کیا ہو جسطرح کہ آنحضرت صلعم نے۔ حضرت محمد صلعم بنفسہٖ معجزہ تھے۔ ہم انہیں بشر کہتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے ہمیں یہی تلقین فرمائی ہے۔ کہ آپؐ کو بشر کہہ کر پکارا جائے۔ ورگرنہ جو عظیم بالشان کام آپ نے سرانجام فرمایا۔ وہ حقیقۃً ایک بشر کی طاقت سے باہر ہے۔ آپؐ میں کوئی خاص جوہر تھا۔ جو زمین سے تعلق نہ رکھتا تھا۔ اگر تو آپؐ انسانی جامہ پہنے تھے۔ تب تو ہم سب کو اس پر نازاں ہونا چاہئے

کہ ایک بشر اپنے آپ کو اُس حالت تک پہنچا سکتا ہے۔ جہاں ذات باری اور اسکے درمیان ایک قلیل فاصلہ رہجاتا ہے لیکن یہ قرب الٰہی فقط آنحضرت صلعم کی سوانحعمری کے مطالعہ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ دیگر اولیاء و پارسا لوگوں نے بھی اپنے اپنے رنگ میں قرب الٰہی حاصل کیا ہے لیکن آنحضرت صلعم کے مقابل بہت ہی قلیل لوگ اللہ تعالےٰ کے گوناگون صفات کو جذب کرنے کے قابل ہو سکے۔ ان مقرب لوگوں میں کوئی بھی انسانوں میں وہ روح پھونکنے کے قابل نہ ہوا جو انسان کو ربانی اوصاف کے جذب کرنے کے قابل بناتی ہے +

حضرت محمد صلعم نے انسانیت میں انقلاب عظیم پیدا کیا آپ نے نسل انسانی کی مذہبی اصلاحی تمدنی اور یہاں تک کہ سیاسی خیالات میں بھی تغیر پیدا کر دیا۔ آپ نے یہ اصول قائم کیا کہ تمام مذاہب ایک ہی ربانی سرچشمہ کے ہیں۔ اور کوئی بھی قوم روئے زمین پر ایسی نہیں جس میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے پیغامبر و نذیر نازل نہ ہوا ہو۔ ایک صادق مومن کو ان پیغمبروں کے درمیان کوئی فرق نہ کرنا چاہیئے۔ کہ بعضوں کو قبول کرے اور بعضوں کی تکفیر کرے۔ انسان کے مذہبی خیالات میں یہ ایک حیرت انگیز انقلاب عظیم تھا جس نے مذہب میں سے تنگدلی کو کافور کر دیا۔ ایک اور انقلاب جو آنحضرت صلعم نے مذہبی خیالات میں برپا کیا اور جس کو آپ نے روز روشن کی طرح واضح کر دیا یہ ہے۔ کہ مذہب یا پارسائی صرف اسی میں نہیں کہ نماز اس طرح یا اس طرح ادا کی جائے۔ یا بعض بعض رسم و رواج کو اختیار کیا جائے۔ بلکہ عبادت الٰہی کی اصل غرض و غایت یہ ہے۔ کہ دنیا کے اسرار و غوامض سے بہرہ ور ہو کر اور قوانین قدرت سے آگاہ ہو کر اُن علوم سے خلق اللہ کی بہتری اور بھلائی کیجائے اور اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کیجائے +

علم الاخلاق میں آنحضرت صلعم نے تعلیم فرمائی۔ کہ محض خیالات کوئی وقعت نہیں رکھتے افعال اور خیالات کی آپس میں مطابقت ہونی چاہیئے۔ انسان کو صرف خیال اور سوچ بچار ہی نہ کرنی چاہیئے۔ بلکہ اسمیں عملی پہلو ہونا بھی لازم ہے۔ اسلیئے انسان کو دنیا کا ایک مفید اور کارآمد شہری اور سوسائٹی کا دہندہ بازو اور کائنات عالم کی بڑی مشین کا ایک کام کرنے والا جزو ہونا چاہیئے۔ ذاتی جاہ و حشمت یا اپنی ہی عزت بڑھانا ہی انسان کا فرض نہیں

خالق اکبر کیطرف سے انسانوں کے ذمہ عائد ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی دوسری مخلوق خدا کو بھی اُٹھانا و اُبھارنا و بلند کرنا انسانی فرائض میں ہے۔ حضرت محمد صلعم نے کبھی بھی کسی ایسی بات کی تعلیم نہیں دی جس پر کہ عملی رنگ میں آپنے کاربند ہو کر نہ دکھا دیا ہو آپ نے اُسے ربانی قانون قرار دیا۔ کہ کسی رُوح پر اسقدر بوجھ نہیں ڈالا جاتا جس کے اُٹھانے کی وہ متحمل نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ انسانی قربانی کا خواہاں نہیں۔ ہاں اسے خود انکاری و ایثار کی ضرورت ہے۔ خود بنی نوع انسان کے لئے وہ زندگی سب سے عمدہ تھی جس کی تشریح جناب بُدھ نے فرمائی۔ لیکن نسل انسانی و انسانی سوسائٹی کیلئے درحقیقت وہ زندگی بجائے نفع کے مضرت رساں ثابت ہوئی۔ آنحضرت صلعم کی اخلاقی تعلیمات محض اس لئے نہ تھیں کہ اُن سے بعض کتب کے صفحات مزین ہوں۔ بلکہ اُن کی اصل غرض و غایت یہ تھی۔ کہ ان تعلیمات پر روزمرہ و گھنٹوں کی زندگی میں افعال کے ذریعہ سے عمل درآمد ہو۔ آنحضرت صلعم نے لوگوں کو نہ صرف زبانی تعلیم فرمائی بلکہ اپنے اسوۂ حسنہ سے آپنے اپنے پیچھے ایک گہری و دیرپا تعلیم چھوڑی۔ اور اسمیں بنی نوع انسان کو سکھلایا۔ کہ کس طرح صبح سے لیکر شام تک اور شام سے لیکر صبح تک انسانوں کو اوقات بسر کرنے چاہئیں۔ اور کسطرح سے مخلوق خدا کو اپنے بیوی بچوں ہمسایہ مہمان۔ دوست۔ دشمن۔ امیر و غریب۔ نیکی و بدی۔ امن و جنگ اور یہانتک کہ پرند۔ چرند۔ وحوش اور بہائم سے سلوک کرنا چاہئے بنی نوع انسان کو یہانتک ہدایت فرمائی۔ کہ سبز درختوں تک کو مت تراشا جائے اور اپنی سواری کے جانوروں کو اتنا مت چلاؤ کہ وہ تھک جائیں +

تمدنی معاملات میں حضرت محمد صلعم سب سے اول عملی متمدن ہیں جنہوں نے تمام فرقہ بندی کی تفریق۔ تمام قومی اختلافات اور تمام خاص حقوق کے امتیازات کا قلع قمع فرمایا معلمان مذاہب میں سے آپ سب سے اول حقوق ملکی کے محمد اثبت کرنیوالے معلّم ہیں۔ جنہوں نے دنیا میں صنف لطیف کی حیثیت قائم کی۔ اور اسکی عزت و توقیر کی تعلیم دی۔ آپ نے سوسائٹی کے تمام کمزور اور مصیبت زدہ حصہ کی امداد کی تعلیم فرمائی۔ اور بچوں۔ طبقۂ نسوان یتیمی شیوخ ابن السبیل۔ خانہ بدوشوں مزدوروں اور محنت و مشقت کرنے والے پیشہ وروں کے ساتھ

نیکی اور بھلائی کرنے کی تعلیم دی۔ خود احدیت مآب نے حضور سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین (یعنی تمام جہان کیلئے رحمت) کا موزوں خطاب عطا فرمایا صرف تمدنی اصلاحات ہی آپ کو نسل انسانی کا سب سے بڑا محسن و مربی قرار دینے کیلئے کافی ہیں۔ لیکن آپ کی اصلاحات کو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں تک وسعت دیگئی ہے +

آپ کی سیاسی اصلاحات بھی دوسری اصلاحات سے کم حیرت انگیز نہیں۔ آجکل جبکہ دُنیا کے بڑے بڑے مُدبران سلطنت دُنیا کے سیاسی معاملات کو طے کرنے کے لئے میز کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھتے ہیں۔ تو انکی ہدایت و رہبری کیلئے اِس جگہ اُس عظیم الشان مُدبر اعظم یعنی حضرت محمد صلعم کے بعض سیاسی اصولوں کو بیان کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا +

ہماری سرکار حضرت محمد صلعم نے سب سے پہلا اصول جو قائم فرمایا وہ یہ تھا۔ کہ محض مقامی حبُ الوطنی یعنی اس ملک کی محبت کرنی جہانکہ کوئی شخص رہتا ہے انسانی ضمیر و دل و دماغ کے شایان حال نہیں۔ انسان کی حبُ الوطنی عالمگیر و وسیع ہونی چاہیئے۔ اسے اپنے آپ کو تمام روئے زمین کا باشندہ خیال کرنا چاہیئے "میں مُلک کی خاطر ہوں۔ خواہ یہ غلط ہو یا صحیح" کیا یہ عظیم الشان اصول نہ تھا۔ ایک انسان کو اپنے بھائی انسان کا احساس ہونا چاہیئے خواہ دونوں ہمجنس انسانوں کے درمیان بُعد المشرقین ہی کیوں نہ ہو۔ اگر ایک مُلک کے باشندہ سے کوئی بُرا سلوک ہو تو دوسرے ملک کے باشندہ کا فرض ہے کہ اپنے بھائی ہمجنس انسانوں کے معاملہ کی اصلاح میں اسکی مدد کرے جہانتک اس قوم کا تعلق ہے جس کو حضرت محمد صلعم نے نمونہ قوم بنایا۔ ان میں مقامی حبُ الوطنی کی بجائے عالمگیر حبُ الوطنی کی رُوح پھُونکی گئی ہے۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا پڑھنے والا اگر شمال سے جنوب کی طرف اور مشرق سے مغرب کی طرف جائے۔ تو ہر ایک جگہ اور ہر مُلک میں اسکے مسلمان بھائی اس کے ساتھ بھائیوں کا سا سلوک روا رکھیں گے۔ اور اسجگہ اسکو وہ تمام حقوق حاصل ہونگے جو کہ وہاں کے مقامی مسلم باشندگان کو حاصل ہیں۔ یہانتک کہ آجکل کی اسلامی سلطنت کا شہنشاہ اور خلیفہ بھی ایک غریب سے غریب مسلمان کے ساتھ بھی جو دور دراز سے سفر کی مصائب اُٹھا کر اسکی خدمت میں پہنچیگا۔ تو وہ اسلامی ہمدردی اخوت و مساوات کو

ملحوظ نظر رکھ کر اس کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کریگا۔ دوسرا اصول آپ نے تمام نسل انسانی کی ایک قوم اور برادری کا قائم کیا۔ اگر آج ہماری سرکار حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے۔ تو اتحاد اقوام کو قائم کرنے کی بجائے اتحاد بنی نوع انسان قائم فرماتے۔

نبیوں میں سے سب سے آخری نبی

حضرت محمد صلعم آخری نبی کیوں تھے؟ اس کا مفصل جواب اس وقت نہیں لکھا جاسکتا۔ کیونکہ اس کے لئے بہت سا وقت اور بہت سی جگہ درکار ہے۔ جس کی گنجایش اس وقت میرے پاس نہیں۔ لیکن میں مندرجہ بالا مسئلہ کے ایک ہی پہلو پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔ آؤ ہم اصلی مدعا پر غور وخوض کریں جس کے لئے کہ نبوت کی چادر ایک منتخب شخص کے کندھوں پر دھری گئی۔ حضرت محمد صلعم نہ تو اپنی ذاتی وجاہت بڑھانے کے لئے تشریف لائے۔ اور نہ ہی اسلئے مبعوث ہوئے۔ کہ خدائے بزرگتر کی جگہ ہو کر اپنی پرستش کرائیں اور لوگوں کے معبود بنیں۔ آپ خدائے تعالے کی طرف سے انسان کی رہبری کے لئے پیغام لائے۔ جس کی آپ نے اپنے افعال سے تشریح فرمائی۔ آپ پر خدائے تعالے کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی جس کی تعمیل آپ اپنے افعال سے فرما کر نمونہ قائم کرتے تھے۔ آپ پہلے شخص تھے جنہوں نے خدائے تعالے کے نازل شدہ احکام کی پوری پوری پیروی کی۔ اور اوروں کو اپنے اعمال سے اُن ربانی قوانین پر چلنے کی ہدایت کی۔ اس طرح خدائے عزوجل کے احکام اور حضرت نبی کریم صلعم کے افعال نے ایک اسوہ حسنہ کی طرح لوگوں کی صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی۔ اور اگر وہ ربانی قوانین اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہیں۔ اور ہم تک اسی اصلی حالت میں پہنچے ہیں۔ تو پھر نہ تو کسی الہام جدید کی اور نہ کسی نئے نبی کی ضرورت باقی ہے۔ لیکن حقیقت میں حضرت محمد صلعم رسول خدا کے مبعوث ہونے سے پیشتر جو کچھ بھی اللہ تعالے کی طرف سے نازل ہوا۔ وہ انسانی تحریف وطولی و

دستبرد زمانہ سے نہ بچ سکا۔ اسلام سے پیشتر کے معلمان مذہب کی زندگی کے حالات ایک راز سربستہ ہیں۔ وہ ہماری نگاہوں میں محض ایک افسانہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور تاریخ کہلانے کے مستحق نہیں۔ اسلئے ہمیں انکی سوانحعمری کا بہت قلیل علم ہے لہذا قرآن کریم اور حضرت پیغمبر خدا کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اور اگر قرآن کریم ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت محمد صلعم کے زمانہ مبارک میں تھا۔ اور حضرت محمد صلعم کے افعال واقوال کا مجموعہ مکمل مستند اور صحیح ہے تو کیا پھر بھی ہمیں کسی اور پیغمبر یا کسی اور جدید ربانی الہام کی ضرورت ہے۔ اسلئے قرآن کریم خداوند تعالیٰ کی سب سے آخری کتاب ہے اور حضرت محمد صلعم سب سے آخری نبی۔ حضرت محمد صلعم آخری نبی صرف اپنی وجاہت کے باعث نہ تھے۔ بلکہ زیادہ تر اسلئے تھے کہ آپ خدا کی طرف سے آخری قانون اور ہدایت نامہ وپیغام لائے۔ جبکہ قرآن کریم خالق اکبر کے ارادہ کو پورے طور پر ظاہر کرتا ہے۔ اور اسمیں اخلاقی و روحانی ضروریات کے پورا کرنے کے واسطے ہدایات موجود ہیں تو الہام جدید ایک فضول وبے سود اور لایعنی تکرار ہوگی۔

عیسائیت میں علم الٰہیات کے مشاق کی قابل توجہ

"بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈھتے ہیں۔ پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان انہیں دکھایا نہ جائیگا"۔

"کیونکہ جیسا یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہیگا" (متی باب ۱۲ آیت ۳۹ و ۴۰)۔

یہ کلمات حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے فرمائے۔ اگر آپ صلیب پر جاں بحق ہوتے۔ تو یہ کلمات پورے ہونے کے بغیر رہ گئے۔ حضرت یونس کو جب مچھلی نے نگلا تو آپ اسکے پیٹ میں تین دن اور تین رات رہے اور خدا تعالے کی درگاہ میں دست بدعا رہے۔ اور اس کے اندر سے زندہ وصحیح وسلامت باہر نکلے۔

اِس طرح اگر جناب مسیحؑ سچے نبی تھے۔ تو آپ پر موت کیسے وارد ہو سکتی تھی پیشتر اس کے کہ آپؑ زمین کے اندر داخل ہوں۔ آپ حضرت یونسؑ کی طرح بیہوش ہو جاتے لیکن آپؑ کو صلیب پر مرنا نہیں چاہئے تھا۔ ورنہ حضرت یونس کی نشانی پوری نہیں ہوتی جیسا کہ حضرت یونس تین دن اور تین رات مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے۔ اسی طرح ابن آدم بھی تین دن اور تین رات زمین کے اندر زندہ رہا۔ اگر آپ کے کلمات سچے تھے تو آپؑ کی موت صلیب سے وارد نہیں ہو سکتی جس طرح کہ اہل کشتی اور نا خدا نے حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ اور اُن کے زعم میں حضرت یونس موت کا شکار ہو گئے۔ اسی طرح دشمنان حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ پر یقینی موت وارد کرنے کے لئے آپ کو صلیب پر چڑھا یا۔ لیکن خداوند تعالےٰ کے زبردست ہاتھ نے اسی طرح آپ کو بچا لیا جس طرح کہ یونس کو جناب مسیحؑ حالت غشی میں صلیب سے زندہ اُترے اور آپ زندہ ہی قبر کے اندر داخل ہوئے۔ اور جب تک زندہ رہے وہیں رہے۔ دوبارہ جی اُٹھنے کے مسئلہ کو قبول کرنے سے جناب مسیح کے اقوال پورے نہیں ہوتے۔ پہلے چار حواری اس معاملے کے متعلق بجائے اس کے کہ جو اصلی واقعہ ہو اُس کو بیان کریں۔ وہ اپنے ہی خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ حواریوں کی موقعہ پر سے عدم موجودگی۔ انکی سادہ لوح فطرت اور مسلمہ سادہ دلی اور وہ قلیل وقت جب تک کہ جناب مسیح صلیب پر آویزاں رہے۔ اور جبکہ آپ کے جسم کو چھید اگیا۔ تو آپ کا خون منجمد حالت میں نہ تھا اور آپ کی ہڈیاں بھی توڑی نہ گئیں۔ مندرجہ بالا مسلمہ واقعات ثابت کرتے ہیں کہ محولہ بالا جناب مسیح کے اقوال لفظاً بہ لفظاً پورے ہوئے۔ اور آپ صلیب پر نہیں مرے ÷ بشیر

اسلامک ریویو :- اگر حضرت یونس کی روایت کو کلیسیا کے بہت سے عہدہ داران محض ایک ڈھکوسلا اور قصہ کہانی سے تعبیر کرتے ہیں تو محولہ بالا انجیل کے فقرات کو بیان کرنے والے کے متعلق ہماری کیا رائے ہونی چاہئے۔ کیا وہ خدا تھے۔ ان فقرات سے تو نبوت کے عہدہ سے بھی گر جاتے

ہیں لیکن ہم مسلمان جناب مسیح کو خداوند تعالےٰ کے صادق پیغمبر مانتے ہیں۔ لیکن ان اناجیل کے بیانات کو ہم جناب مسیح کی زندگی کا مستند و صادق مجموعہ تسلیم نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم نے بلا شک و شبہ "ما قتلوہ وما صلبوہ (ترجمہ۔ نہ تو انہوں نے انکو قتل کیا اور نہ انکو سولی چڑھایا۔) کہکر صداقت و اصلیت کو آشکارا فرما دیا +

خطبات لندن مسلم نمازگاہ

نمبر ۳

عبادت

(از جناب مارمیڈیوک پکتھال)

(۱) اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم ۵ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السموات وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السموات والارض ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم ۵

ترجمہ۔ اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ زندہ (کارخانۂ عالم کا) سنبھالنے والا۔ اسکو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اسکی جناب میں (کسی کی) سفارش کرے۔ جو کچھ لوگوں کو پیش (آرہا) ہے (وہ) اور جو کچھ انکے بعد (ہونیوالا) ہے (وہ) اسکو (سب) معلوم ہے۔ اور لوگ اسکی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں رکھتے۔ مگر جتنی وہ چاہے۔ اسکی کرسی (سلطنت) آسمان و زمین (سب) پر حاوی ہے۔ اور آسمان و زمین کی حفاظت اس پر (مطلق) گراں نہیں۔ اور وہ (بڑا) عالیشان (اور) عظمت والا ہے +

(۲) لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت

یومن باللّٰہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ ٭ لا انفصام لھا ط واللّٰہ سمیع علیم (ترجمہ) دین میں زبردستی (کا کچھ کام) نہیں - گمراہی سے ہدایت (الگ، ظاہر ہو چکی ہے - تو جو جھوٹے معبودوں کو نہ مانے اور اللہ (ہی) پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط رسی پکڑ رکھی ہے - جو ٹوٹنے والی نہیں (اور اس کا بیڑا پار ہے) اور اللہ (سب کی) سُنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے ٭

(۳) اللّٰہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور ہ والذین کفروا اولیٰھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمٰت ط اولٰئک اصحٰب النار ھم فیھا خالدون ٥ (ترجمہ) اللہ ایمان والوں کا حامی (و مددگار) ہے - کہ انکو (کفر کی) تاریکیوں سے نکالکر (ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے - اور جو لوگ (دین حق سے) منکر ہیں - ان کے حامی شیطان ہیں - کہ ان کو (ایمان کی) روشنی سے نکالکر (کفر کی) تاریکیوں میں دھکیلتے ہیں - یہی لوگ دوزخی ہیں - اور وہ ہمیشہ (ہمیشہ) دوزخ ہی میں رہینگے ٭

مندرجہ بالا تین آیات میں اللہ تعالیٰ کا مومن کے ساتھ تعلق اور مومن کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بیان کیا گیا ہے - سب سے پہلی آیت آیۃ الکرسی کے نام سے مشہور ہے - یہانتک کہ غیر مسلم بھی اسے دنیا کے تمام لٹریچر سے اعلیٰ اور پاکیزہ خیال کرتے ہیں جسمیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور جاہ و جلال کا اظہار ہے آیۃ الکرسی کو تمام دُنیا کے مسلمان خانگی اور عام عبادت میں پڑھنے کے لئے ازبر یاد کرتے ہیں - یہ کسی بھی رنگ میں دُعا نہیں ہے - بلکہ حیرت و استعجاب کی ندا و پکار ہے - میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی - جبکہ میں نے چند نیک لوگوں کو لندن میں صوفیانہ "دُعا" کے طور پر اجلاس میں ان سامعین کے سامنے جو کہ عربی سے قطعی نا آشنا تھے اور جو اسے دُعا خیال کرتے تھے پڑھتے ہوئے سُنا - آیت الکرسی ہے - جو کہ قرآن کریم کی آیات میں سے نہایت ہی مشہور و معروف ہے - اور جسے مسلمان عادتاً اپنی عبادت میں دُعا کی بجائے مذہبی جذبات کو ابھارنے اور تحریص دینے کے لئے پڑھتے ہیں - آیۃ الکرسی اللہ تعالیٰ کی جبروت

طاقت۔ جاہ وجلال ورحم کو دل میں ابھارتی ہے۔ اس سے انسان کو اپنی پوری پوری کمزوری عاجزی وبےبسی کا احساس ہوتا ہے۔ کہ ضعیف البنیان انسان اشرف تک کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت وافضال شامل حال نہ ہوں۔ اور اگر میں سے اپنے آپ کو فنا کرنے کا گر کہوں تو بیجا نہ ہوگا +

دوسری آیت کریمہ میں مذہبی رواداری کا فرض بیان کیا گیا ہے۔ "لا اکراہ فی الدین ج قد تبین الرشد من الغی (ترجمہ) دین میں زبردستی (کا کچھ کام) نہیں۔ گمراہی سے ہدایت الگ ظاہر ہو چکی ہے +

مندرجہ بالا حکم عیسوی تعلیم "تو انہیں مذہب میں داخل ہونے کے لئے مجبور کر" سے کسقدر مختلف ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے رعایت وفائدہ کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جو ایک مومن کو مسلک صداقت کے اوپر حاصل ہے جیسا کہ آیت کریمہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی ج لا انفصام لھا" میں مضمر ہے +

تیسری آیت میں اللہ تعالے کا جو تعلق مومن سے ہے اس کا بیان ہے۔ اور ان لوگوں کی مصائب وتکالیف کا بیان ہے جنہوں نے حق وصداقت سے روگردانی کی اور اپنے دقیانوسی جھوٹے اعتقادات کی پیروی کرتے رہے۔ اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور ط والذین کفروا اولیٰھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمٰت ط اولئک اصحٰب النار ج ھم فیھا خٰلدون (ترجمہ) اللہ ایمان والوں کا حامی (ومددگار) ہے۔ کہ انکو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے۔ اور جو لوگ (دین حق سے) منکر ہیں۔ ان کے حامی شیطان ہیں۔ کہ ان کو (ایمان کی) روشنی سے نکال کر (کفر کی) تاریکیوں میں ... (ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے۔ اور جو لوگ (دین حق سے) منکر ہیں۔ ان کے

. . . .

. . . .

اگر پہلی آیت کریمہ آیۃ الکرسی کو اکیلا لیا جائے۔ تو مسلمان بعض یورپین مصنفین

کی طرح خیال کرینگے۔ کہ اس لامحدود ہستی کو کہ جس نے ارض وسموات پیدا کئے انسانی خوشی وغم سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اس کی ذات پاک اس سے بہت بالاتر ہے۔ اگرچہ قوم بحیثیت مجموعی اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ اور اسکی حکمت میں اس کے لئے شاندار مستقبل محفوظ ہے لیکن اس ذات باری کو انسانوں کے ساتھ سواء ان قوانین قدرت کے جو کہ اس نے اپنی مخلوق کے ذمہ ڈالے ہیں۔ کوئی واسطہ اور تعلق نہیں لیکن ساتھ ہی دوسری آیت

فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا (ترجمہ) (تو جو جھوٹے معبودوں کو نہ مانے اور اللہ (ہی) پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط رسی پکڑ رکھی ہے جو ٹوٹنے والی نہیں) اسکو واضح کر دیتی ہے۔ مندرجہ بالا آیت صریحاً انسان کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور اسی طرح مندرجہ ذیل آیت جسمیں کہ اللہ تعالے کو مومنین کا حامی و مددگار بتلایا گیا ہے۔ اور جو کہ ان کو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے +

اللہ ولی الذین امنو یخرجھم من الظلمت الی النور۔ اللہ تعالے کا انسانوں کے ساتھ واسطہ ہی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس کا بین و شاندار ثبوت ہے اور قرآن کریم میں اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جن سے یہ امر بالکل ناممکن ٹھیرتا ہے۔ کہ ایک شخص مسلم کہلا کر پھر اس امر میں شک کرے۔ کہ اللہ تعالے اور اس کے پرستار کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ اس زمرہ میں مجھے قرآن کریم کے اختتام کی دو سورتیں ملی ہیں۔ ان میں بلا واسطہ آنحضرت صلعم کی زندگی کا تذکرہ مذکور ہے۔ اور یہ سورتیں ایسے وقت میں نازل ہوئی ہیں۔ جبکہ آپ بہت ہی تکلیف میں تھے +

(پہلی سورۃ) والضحی ۝ والیل اذا سجی ۝ ما ودعک ربک وما قلی ۝ وللاخرۃ خیر لک من الاولی ۝ ولسوف یعطیک ربک فترضی ۝ الم یجدک یتیما فاوی ۝ ووجدک ضالا فھدی ۝ ووجدک عائلا فاغنی ۝ فاما الیتیم فلا تقھر ۝ واما السائل فلا تنھر ۝ واما بنعمۃ ربک فحدث

(سورہ الضحی پارہ ۳۰) (ترجمہ) (اے پیغمبر ہم کو چاشت (کے وقت) کی قسم اور رات کی قسم)

جب (سب چیزوں کو) ڈھانک لے۔ کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دستبردار ہوا۔ اور نہ (کسی طرح) ناخوش ہوا۔ اور البتہ آخرت تمہارے لئے (اس) دُنیا سے کہیں بہتر ہے۔ اور تمہارا پروردگار آگے چلکر تم کو اتنا کچھ دیگا۔ کہ تم (بھی) خوش ہو جاؤ گے۔ کیا تم کو اس نے یتیم نہیں پایا (یعنی پایا) پھر جگہ دی۔ اور تم کو دیکھا کہ (راہ حق کی تلاش میں بھٹکے) بھٹکے (پھر رہے) ہو۔ تو (تم کو دین اسلام کا) سیدھا رستہ دکھا دیا۔ اور تم کو مفلس پایا تو اس نے غنی کر دیا۔ تو (ان نعمتوں کے شکریہ میں) یتیم پر (کسی طرح کا) ظلم نہ کرنا اور نہ سائل کو جھڑکنا (اور لوگوں سے) اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہنا (کہ یہ شکرگذاری کا ایک طریقہ ہے)

(دوسری سورۃ) الم نشرح لک صدرک ۝ ووضعنا عنک وزرک ۝ الذی انقض ظہرک ۝ ورفعنا لک ذکرک ۝ فان مع العسر یسرا ۝ ان مع العسر یسرا ۝ فاذا فرغت فانصب ۝ والی ربک فارغب (سورۃ الم نشرح پارہ ۳۰) ترجمہ (اے پیغمبر) کیا ہم نے تمہارا سینہ فراخ نہیں کیا (یعنی کیا) اور (اس کے علاوہ) بوجھ جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی تم پر سے اُتار دیا۔ اور تمہارے ذکر (خیر) کا آواز بلند کیا۔ سو بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ تو اب کہ تم (ان ترددات سے کسی قدر) فارغ ہوئے۔ تو (عبادت کی) ریاضت کرو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف (پُورے پُورے) متوجہ ہو جاؤ۔

کیا آپ ایسے ممکن خیال کرتے ہیں۔ کہ مسلمان قرآن کریم کو ربانی کلام تسلیم کر کے پھر بھی اللہ تعالیٰ کا نسل انسانی کے ساتھ ذاتی تعلق پر ایمان لانے سے انکار کر سکتے ہیں۔ میں فقط اس مسئلہ پر روشنی ڈالونگا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ شککین اور آزاد خیالات کے لوگ ایک چھوٹے خیال و اثر کے ماتحت مذہب اسلام کی طرف مائل ہیں۔ اور سمجھا رہے ہیں اسلام اور عیسائیت میں کوئی تفاوت نہیں۔ فرق صرف اسقدر ہے۔ کہ عیسائیت نے خدا اور انسان کے درمیان وسائط وسفارشی تراش رکھے ہیں جن کو مذہب اسلام منفی ہے۔

اس بارے میں پہلے ... آیات کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ان آیات میں الذین آمنوا سے قرآن کریم میں ہمیشہ وہ لوگ مراد ہیں۔ کہ اسلام جنہیں علی طور پر کاربند ہیں۔ اور

صلعم سے تعلق مشکلات کا اسلام ...

اسلامی شعار و فرائض کو کما حقہٗ ادا کرتے ہیں بعض احباب نماز با جماعت قومی اتفاق
اور غربا کی امداد کی اہمیت پر شک کرینگے۔ اور ساتھ ہی اسلام سے باہر آجکل اور بہت سے
لوگ خانہ کعبہ کے حج اور ماہ رمضان کے روزوں پر معترض ہونگے لیکن حقیقت میں یہ
ایسے شعار اسلام ہیں جن سے کہ مسلم دنیا کا شیرازہ قائم ہے۔ اور آپس کے اتحاد و
اتفاق کا موجب ہیں۔ یہ امورات گو ظاہرداری کا رنگ رکھتے ہیں لیکن حقیقت میں
ایمان کی کلید ہیں۔ اور مذہبی نقطۂ خیال سے ان شعار کی عدیم النظیر قدر و قیمت اور
انکی اونچی اللہ تعالیٰ کی ذات بصیر ہے۔ یہ سُود و الاعمیٰ ہے ؂

وہ لوگ جو فقط ظاہرداری کو ہی اہمیت دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک نیک مسلمان
ہونا آسان امر ہے اور ایسا ایسا کرنے اور ایسی باتوں سے پرہیز کرنے سے ایک شخص
مسلمان ہو سکتا ہے لیکن اس مخفی راستہ کے متعلق کیا کیا جاویگا۔ جسے ہر ایک مسلم مسلمہ
نے عبور کرنا ہے۔ اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے نور کی طرف رہبری کرتا۔ اور حیات جاودانی
بخشتا ہے۔ آہ وہ راستہ کٹھن و دشوار ہے۔ کوئی آسان راستہ نہیں ؂

حضرت محمد صلعم سے پیشتر اس مبارک راستہ پر گامزن ہوئے۔ اور ایسے ہی حضرت
مسیح نے بھی یہی راستہ طے کیا۔ اور اسی طرح ہر ایک شخص جو ربانی نور سے متمتع ہوا اس نے
اس مبارک راستہ پر قدم مارا۔ اللّٰہ نور السمٰوات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ
فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب
دری یوقد من شجرۃ مبٰرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ
یکاد زیتہا یضیٓ ولو لم تمسسہ نار نور علیٰ نور یہدی اللّٰہ لنورہٖ
من یشآء و یضرب اللّٰہ الامثال للناس واللّٰہ بکل شیٔ علیم
ترجمہ۔ اللہ ہی کے نور سے) آسمان کی روشنی ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے
ایک طاق ہو (اور) طاق میں ایک چراغ (رکھا ہے اور) چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے
(اور قندیل) اس قدر شفاف ہے کہ گویا وہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے (وہ چراغ)
زیتون کے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے کہ جو نہ پورب کے رخ واقع ہو

اور نہ پچھم کے رُخ اس کا تیل (اس قدر صاف ہے کہ) اگر اسکو آگ نہ بھی چھوئے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ (آپ سے آپ) جل اُٹھیگا۔ (غرض کہ ایک نور نہیں بلکہ) نورٌ علےٰ نور (یعنے نور پر نور) اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے (سمجھنے کے) لیئے مثالیں بیان فرماتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز (کے حال) سے واقف ہے

مندرجہ بالا آیات بلاشبہ ناقابل تشریح ہیں لیکن جس شخص نے کہ خلوت و علیحدگی و فکر میں سماوی نور کی تلاش کی ہے۔ اسکی صداقت کو محسوس کریگا۔ یوقد من شجرۃ مبرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیٓء ولو لم تمسسہ نار نور علی نور ؎

(ترجمہ) (وہ چراغ) زیتون کے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے کہ جو نہ پورب کے رُخ واقع ہے۔ اور نہ پچھم کے رُخ اُس کا تیل (اسقدر صاف ہے کہ) اگر اسکو آگ نہ بھی چھوئے تاہم معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ سے آپ) جل اُٹھیگا (غرض ایک نور نہیں بلکہ) نورٌ علےٰ نور (یعنی نور پر نور) ؎

یہی وہ چراغ ہے جو مخفی راستہ کو منور کرتا ہے۔ سالک اسے یکایک ہی محسوس نہیں کرسکتا۔ وہ خیال کرتا ہے۔ کہ تمام تاریکی اور تاریکی ہے۔ پھر اور نور نمودار ہوتے ہیں جو کہ شروع میں بہت ہی تاباں اور دلفریب ہوتے ہیں۔ لیکن آخر الامر ناکام رہتے ہیں۔ ربانی نور اس دُنیا میں دُھندلی سی دکھائی دیتی ہے لیکن کبھی بھی نہیں بجھتی اسکی درخشانی و چمک مسلسل طور پر ترقی پر ہوتی ہے۔ آغاز میں ایک نور طاق سے نکلتا ہے۔ طاق کا ذکر کیسی حیرت کے ساتھ خلوت و سوچ بچار کی طرف توجہ کو منعطف کرتا ہے۔ پھر یہ طاق یا محراب اندر ہی منور ہو جاتی ہے۔ جس کا نور خود دکھائی نہیں دیتا۔ اور پھر وہ چراغ کہ جس کا تیل ایک شجر مبارک سے ہے۔ اور وہ چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے۔ اور قندیل اسقدر شفاف ہے کہ گویا وہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ستارہ ہے جس کا نور نورٌ علےٰ نورٌ ہے۔ پھر چراغ۔ طاق اور قرب و جوار کا سایہ کا فور ہو جاتا ہے۔ اور یہ ستارہ اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے لامحدود نور میں گھرا پاتا ہے

جہاں تک کبھی بھی رنج و غم و اندوہ یا خوف و حزن اس کے پاس تک نہیں بھٹکتے +

یھدی اللہ النور من یشا (ترجمہ) اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے +

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام کا خلاصہ صلوٰۃ و غور و فکر ہی ہے۔ اور اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت کر دینا ہے۔ جس کو ہر ذکر و انث انفرادی طور پر کر سکتے ہیں +

موتوا قبل ان تموتو (ترجمہ) مرنے سے پہلے مرجاؤ + یہ حکم ہمارے سردار عالم سرور کائنات حضرت محمد صلعم کا ہی جیسی اعلیٰ و جلیل القدر شخصیت کی خود احدیت آپ نے سماوی نور کے مرکز و منبع کی طرف رہبری کی۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو جب تک عملی رنگ نہ دیا جاوے۔ اُنکی کوئی بھی رُوحانی قدر و قیمت نہیں۔ ایثار اور قربانی کے چھوٹے چھوٹے افعال اور بعض اشیاء سے پرہیز کرنا جس کو اسلامی شریعت نے ہمارے ذمہ ڈالا ہے محض اسلئے ہیں کہ ان سے ہمارے ضمیر کی حفاظت ہو۔ اور ہمارا دماغ صاف و روشن ہو۔ اور رُوح کو اس اصلی حالت میں لائیں۔ جس سے اللہ تعالےٰ تک رسائی حاصل ہو۔ قابل افسوس امر ہے کہ لوگ ربانی نور کی غیر متوقع دل و مدہوش دماغ کے ساتھ جستجو کرتے ہیں۔ لوگونکی خدمت میں اسکی متقاضی ہیں۔ کہ تمام اقوام و السنہ کے مومنین کے درمیان رشتۂ اخوت قائم ہو۔ اور مذہب کے رُو سے یہی ایک ایسا رشتہ ہے۔ جسمیں کسی پروہتی اور بپتسمہ کی ضرورت نہیں لیکن جبکہ رضا بقضا کا فعل تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ تو اس حالت میں عوام کی خدمت بجائے فرض کے انبساط و سرور پہنچاتی ہے ہمسایہ کی درماندگی و پشیمانی میں امداد کرنا ایک فرض ہے۔ انسانوں کو اسکی ضرورت ہے۔ کہ ہر زمان کو اس فرض کی یاد دہانی کرائی جائے لیکن اسی صورت میں یاددہانی کی بھی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ جبکہ وہی غریب و نادار ہمسایہ اُنکا اپنا ہی محبوب و عزیز بھائی ہو۔ اور اسکی امداد کرنے سے ان کو سرور و مسرت ہوتی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر وہ کچھ نہیں کر سکتے

اور یہی وہ انقلاب ہے جو اللہ تعالیٰ تمام صادق مسلمین کے قلوب میں پیدا کرتا ہے +

اس انقلاب سے یہ مراد ہے کہ بنفسہ انسان میں کوئی خیر وخوبی نہیں۔ یہدی اللہ لنورہ من یشاء (ترجمہ) لیکن اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے۔ اور یہی انقلاب بقول نصاریٰ کسی شخص کے منجی ہونے کا ذوق دلاتا ہے۔ اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت کر دینا ہی تمام انسانی تکبر وغرور کو فنا کر دیتا ہے جو کہ روحانی تکبر ونخوت پیدا کرنے سے بہت دور ہے۔ اس کا مقابلہ اس قومی شناور کی اس راحت وآرام سے کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ دریا کی موج مخالف سے بیسود مقابلہ کر کے اپنے رخ کو تبدیل کر لیتا ہے۔ اور پھر اسے اسی جگہ راحت میسر آتی ہے جہاں سابقہ اسے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ انقلاب انسان کو ان سزاؤں اور نعماء سے بے پرواہ کر دیتا ہے جسے کہ کفار حقیر سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک سزائیں ونعماء ہی مذہب کی غرض وغایت ہے۔ انکے نزدیک مسلمان اللہ کی عبادت بہشت کی امید یا جہنم کے خوف سے کرتے ہیں۔ اور ہر ایک متنفس جس نے اللہ تعالیٰ کے نور کو اس دنیا میں خواہ دھندلا ہی دیکھا ہو بہشت کے نعماء کے لئے سعی کرتا اور عذاب جہنم کے خیال سے ہراساں ہوتا ربانی نور علیٰ نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عزت بخشے یا ذلیل فرمائے۔ وہ ہمیں نیست نابود کر دے یا قائم ودائم کرے ہم تمام اچھی طرح مطمئن ہیں۔ جو کچھ بھی وہ ہمارے ساتھ کرتا وہ ہماری ہی فلاح وبہبودی کے لئے ہے۔ اس کے ارادے ہماری عقل وفہم سے بالاتر ہیں اس کے مقابل ہم ذرہ بے مقدار ہیں۔ یہ اسکی مرضی ہے کہ ہمیں قبول فرمائے یا راندے۔ جو کچھ بھی اس نے ہمارے لئے مقرر کیا ہے ہمیں رضا ورغبت سے اسے قبول کرنا چاہئے۔ اور یہی رضا بالقضا ہی ہمیں تمام خوف وحزن سے مخلصی دلاتی ہے لیکن کیا ہم جیسا کہ بعض نصاریٰ کا بیان ہے منجی ہو گئے نہیں بلکہ اب اس باخبر وباہوش زندگی کا آغاز ہوتا ہے جس سے ہمیں نجات ملسکتی ہے +

اس دن ایک رتی بھر بھی کسی جان یا نفس کے ساتھ برائی نہ کیجاویگی۔ اور تم کو سوائے اسکے جو تم نے یا تمہارے ہاتھوں نے کمایا ہے یا کیا ہے اسکا اجر یا سزا یقینی طور ملیگی + یقینی امر ہے کہ میں نے اپنی زندگی کا بہت سا حصہ رائیگاں صرف کیا۔ اور زندگی کا یہی

نہیں کی ہے جس کو کہ میں احکم الحاکمین کے سامنے پیش کر سکوں لیکن پھر بھی اس ذات باری کے حضور حاضر ہونے سے مجھے کوئی بھی خوف و حزن نہیں۔ کیونکہ میں نے اپنی مرضی کو اسکی مرضی کے ماتحت کر دیا ہوا ہے۔ اور اپنی تدبیر و ارادہ و اور آگ کو اس کے ماتحت کیا ہوا ہے۔ مجھے احکم الحاکمین کے فیصلہ کا منتظر رہنا چاہیئے۔ اور اسی کے فضل و کرم سے ہی میں بہشت میں داخل ہو سکتا ہوں۔ جبکہ میں زندگی بعد الموت میں پارسا ہونے کی حالت کو سمجھ سکوں۔ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم ج لا تاخذہ سنۃ ولا نوم ط لہ ما فی السموات وما فی الارض ط من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ ط یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ج ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء ج وسع کرسیہ السموات والارض ج ولا یؤدہ حفظھما ج وھو العلی العظیم +

اللہ اور یہی اللہ جس کا ذکر مندرجہ بالا آیات کریمہ آیۃ الکرسی میں ہے مومنین کا حامی و مددگار ہے +

اعتقاد، مذہب، تعلیم اور رواج کا اثر روح کے فعل پر

از قلم جناب سید اقبال علی شاہ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس

روح پر جسم کا اثر مستقل نہیں ہوتا بلکہ وہ تغیر پذیر ہے۔ اثرات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک غیر معمولی اور دوسری معمولی کاموں کے +

غیر معمولی امور میں روح کے تمام نیک اور مذہبی تعلقات شامل ہیں جیسا کہ اعتقاد، دعا اور بہت سے ایسے ہی کام۔ یہ امور ایسے نہیں جو روزمرہ ظہور میں آئیں۔ کیونکہ جب روح پر ان کا اثر ہوتا ہے۔ تو وہ جسمانی حواس کے دائرہ سے باہر قدم دھرتا ہے۔ اور ایسے مقام تک پہنچتا ہے جہاں ذہنی چیزیں نہیں پہنچ سکتیں۔ عبادات پر ایمان رکھنا، بلکہ جستجو کرنا کہ نیک اور پارسایانہ کوششوں کے ذریعہ وہ موعود مقام و درجہ ملتا ہے جس کی خوشی و آرام

سے انسان واقف نہیں ۔ یہ بات کا مترادف ہے کہ ہم اپنے ظاہری حواس اور جسم سے نکلیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تمام بڑے بڑے مذاہب کبھی اپنے رُوحانی تجلی کی تشریح دنیاوی علوم کے بحث ومباحثہ کے ذریعہ نہیں کرتے ۔ بلکہ انکا اثر پاک طور سے دل پڑ ڈالتے ہیں اور وہ لوگوں کو اپنی طرف کسی دنیاوی تحریص وترغیب سے نہیں کھینچتے بلکہ روحانی اور آسمانی ندا سے۔ یہ ایک صداقت ہے جو خداداد عقل سے ایسی ہی بالاتر ہے جیسے کہ رُوحانی خوبی انسانی مرضی سے +

اس دنیا میں انسان کو عجیب طرز پر دو چیزوں کے درمیان رکھا گیا ہے ایک طرف تو اسکی طبعی خواہشات ۔ اور دوسری طرف رُوحانی تجلّی ۔ اور دونوں کا اثر اُس پر مختلف ہوتا ہے ۔ یہ ظاہر ہے کہ اوّل الذکر کی ضروریات تو انسان کے اندر موجود ہیں اور رُوح ان سے مانوس ہے ۔ لیکن غیر معمولی (رُوحانی) باتوں کی حالت دگرگوں ہے ۔ ان کا القا دل پر ہوتا ہے ۔ جس کے بغیر دانا سے دانا آدمی پر بھی یہ کھل نہیں سکتیں ۔ اور کسی قسم کا مناظرہ یا تحقیق انہیں دریافت نہیں کر سکتی ۔ تمام مذاہب کبیرہ اپنے اصلی معنوں میں فوق العادت ہیں ۔ اور یہی مکمل سائنس ہیں ۔ انکے اصول تمام دنیاوی عقل و استدلال کی پہنچ سے ضرور باہر ہونے چاہئیں ۔ جب تک کہ خدا کی عنایت و مہربانی سے عقل انسانی کو عروج نہ ملے ۔ اسلئے عقل ہمیں بطور ایک آلہ کے دیگئی ہے تاکہ ایمان کے ان اصولوں سے ہم فائدہ اُٹھائیں ۔ اور اس پوشیدہ علم میں ہم کمال حاصل کریں +

غرضکہ جسمانی بندشوں سے رُوح کی آزادی اسکے لئے اس قسم کے انبساط اور راحت کا موجب ہوتی ہے ۔ کہ وہ رُوحانی پروں کے ساتھ اُڑتی ہے اور اس امر کا ادراک عالم توجہ ہی نہیں ہو سکتا ہے ۔ تعلیم ۔ رسم اور موقعہ یہ سب طبعی اسباب ہیں جن کا اثر رُوح پر ہوتا ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ طبعی میلان رسم ورواج کا مقابلہ کرتا ہے ۔ یہ مسئلہ گو ایک خیال سے درست ہے لیکن عوام النّاس کی غلطی کو ظاہر کرتا ہے ۔ کیونکہ اس سے بعض کو یہ مغالطہ لگتا ہے کہ ظاہراً بطینت لوگ نیک مشورہ حاصل کرنے کے قابل ہی نہیں ۔ اور نہ وہ اپنے ضمیر یا وجدان کی آواز کبھی سُن سکتے ہیں ۔ اور یہی دو مفید باتیں ہیں جیسے تعلیم اور مہذب سوسائٹی

بتلا سکتی ہیں ۔ باوجود موجودہ سائنس کے اصولوں کے انسان کہہ سکتا ہے کہ روحانی علوم اور خدا کے ساتھ روحانی تعلقات کے متعلق تمام تشریحات ہیچ ہیں جس طرح ایک بنجر زمین ہل جوتنے سے پیداوار دیتی ہے ۔ اسی طرح انسان کا دل بھی تعلیم اور نیک مجلس سے پاکیزگی کے ساتھ چمک سکتا ہے +

مجالس بھی دو قسم کی ہوتی ہیں نیک اور بد ۔ اور انہیں سے نکوکار اور بدکار میں فرق ہو جاتا ہے یہ مقولہ کہ سچ ہمیشہ غالب آتا ہے ۔ نہایت مناسب و درست ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسان آخر کار نیکی کے سامنے مغلوب ہو جاتا ہے ۔ انسان کو نافرمانی کے گڑھے سے نکالنے کے لئے کیسے مفید واسطہ کی ضرورت ہے ۔ اس طرح خواہ کیسا ہی گرا ہوا انسان ہو وہ اس قسم کے روحانی مدارج حاصل کر سکتا جو اسے متمیز کر دیں ۔ یہ درست ہے کہ طبعاً پارسا لوگ بھی اگر اتفاق سے کسی ناموزوں مجلس میں ہیں تو ان کے دل پر بھی دوسرے اشخاص کی طرح زنگ آجاتا ہے لیکن اس کا اثر فوراً حالت کے تغیر ہونے سے دور ہو جاتا ہے ۔ اور وہ اپنی روش کو خود برا محسوس کر کے چھوڑ دیگا +

اتفاقات بھی انسان کے میلان طبع میں تغیر پیدا کر دیتے ہیں ۔ ہم نے اکثر ایسے واقعات دیکھے ہیں جن کے اچانک ظہور میں آنے سے صورت حالات بدل گئی ہے ۔ مثلاً سب جانتے ہیں کہ ایک دستہ فوج نے جبکہ اس کے لئے کوئی راہ فرار نہ تھی ۔ اور کسی قسم کی کمک بھی اس تک نہ پہنچ سکتی تھی ۔ نہایت بیباکی اور دلیری سے حملہ کیا ۔ اور اپنے سے چار گنا زیادہ فوج پر فتح حاصل کی ۔ اور یہ بھی اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ دھمکی اور اٹل خطرہ نے انسانوں کی حالت کو بدل دیا ہے ۔ اور اسکی اپنی خواہشات کے خلاف ان میں صاف اور دیانتدارانہ روش پیدا ہو گئی ہے ۔ یہ آخر الذکر امر عادات کے اثر کے ماتحت آتا ہے لیکن تاہم اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ روح پر اسکی قدرت اور طاقت ہے +

سرمۂ نظیر

سوائے ان چند امراض کے جن کا علاج اپریشن یا بالکل لاعلاج ہے یہ سب امراض کے رفع کرنے میں لاثانی ہے اسمیں ممیرہ ہی اثر ہی آتی ۔ مگر عینک تک چھڑا دیتا ہے ۔ علاوہ سر کو ٹھنڈا رکھنے اور محافظ چشم ہونے کے آشوب چشم ہونے سے آشوب چشم ۔ ضعف بصارت ۔ دھند ۔ موتیا بند ۔ پھولا ۔ پلکوں کا گر جانا ۔ غبار ۔ جالا ۔ خارش ۔ ککرے ۔ پڑوال ۔ پانی کا بہنا وغیرہ وغیرہ کے واسطے ہمہ صفت موصوف ہے تندرستی کی حالت میں استعمال کرنا گویا آنکھوں کی رجسٹری کرانا ہے ۔ قیمت فی تولہ دو روپے چار آنے مع محصول ڈاک ۔

المشتہر

ایم ۔ ایم ۔ رحمانی دواخانہ اکبری دروازہ لاہور

رواداری

از قلم جناب ایم۔ ڈبلیو پکتھال صاحب

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

ترجمہ۔ اور یہود کہتے ہیں نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں یہود کا مذہب کچھ نہیں۔ حالانکہ وہ (دونوں فریق) کتاب (الٰہی) کے پڑھنے والے ہیں۔ اسی طرح انہیں کی سی باتیں وہ (مشرکین عرب) بھی کیا کرتے ہیں۔ جو (خدا کے حکم احکام کچھ بھی) نہیں جانتے تو جس بات میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں قیامت کے دن اللہ ان میں ان کا فیصلہ کردیگا۔

میں ایسے مضمون پر بحث کرنے لگا ہوں جو میرے نزدیک دنیا میں سب سے زیادہ اہم ہے۔ یعنے مذہبی رواداری کبھی وہ وقت تھا کہ رواداری پر تقریر کرنے والے کو یا تو دار پر کھینچا جاتا یا اُسے زندہ جلایا جاتا اور یا اُسے سنگسار کیا جاتا تھا (اور یا کم از کم حضرت محمد صلعم کی طرح اُسے اپنی جان بچانے کے لئے سخت کوشش کرنی پڑتی تھی لیکن اب ہر ایک شخص علانیہ کہہ سکتا ہے کہ اسکی ضرورت ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں کسقدر ترقی ہوئی ہے خواہ گذشتہ واقعات سے کیا ہی نتیجہ نکالیں۔ اس سے ہم اہل اسلام کو جو کتاب پاک اور پیغمبر کی تعلیم کا مطالعہ کرتے ہیں ایک موقعہ ملتا ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں اور اس تعلیم میں بشارت ہے۔ اور مذہبی رواداری کا اصول ہے عیسائیوں کے نزدیک یہ ایک دُنیاوی امر ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ مذہب کا ایک جزو ہے۔ اور خدائی قانون کا حصہ ہے جو قرآن کے ذریعہ ہم پر ظاہر کیا گیا ہے۔ اگر ہم تاریخ کی ورق گردانی کریں تو ہمیں روئے زمین پر کوئی اس قسم کا اصول نظر نہ آئیگا۔ اور نہ اُن لوگوں میں جو مذہبی جوش اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس قسم کا خیال ہی موجود ہے ہر ایک مذہب کا

پیرو دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بشرط موقعہ غلام بنانے یا نیست و نابود کرنے کو اپنا حق خیال کرتا ہے۔ لوگوں نے ان اشخاص کو جو انکے ہم اعتقاد نہ تھے نہایت بیدردی اور بیرحمی سے قتل کیا ہے بہ ایں خیال کہ وہ اس طرح اپنے دیوتاؤں کو خوش کرلیں گے۔ اور دنیا کو شریروں کی ہستی سے جو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے پاک کردیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی نسبت انہیں صحیح علم اور خیال نہیں۔ خدا کی وحدانیت کا مسئلہ جو عبرانی زبان میں محفوظ تھا اب ایسے قومی دیوتا کی شکل میں تنزل کرگیا ہے۔ جو تلون مزاج منتقم اور پارٹی باز ہے۔ اور جس کا علم حاصل ہونے سے دیگر تمام قوموں سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے*

میرے خیال میں مذہبی جوش و تعصب ایک بہت بڑی بھاری شرارت ہے جو کسی انسان میں پیدا ہوسکتی ہے۔ اسی کی بدولت یقیناً نہایت ہی بیرحمانہ جرائم سرزد ہوئے ہیں۔ خدا نے بڑے بڑے بزرگ انبیا وقتاً فوقتاً اس غرض کے لئے بھیجے ہیں۔ کہ لوگ اس صداقت کو نہ بھول جائیں۔ کہ خدا ایک ہے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ اور یکساں سب کا پرورش کنندہ ہے۔ اور جو اتنا اعلےٰ و ارفع ہے کہ اس کا خیال و کام انسانوں کے خیال و کام کی طرح نہیں۔ تمام انبیاء نے اس صداقت کا اعلان خدا کی طرف سے کیا۔ لیکن اناجیل میں جو وہ اپنے بعد چھوڑ گئے مذہبی رواداری کے متعلق کوئی صریح حکم نہیں البتہ اس قسم کا حکم قرآن شریف میں ملتا ہے مذہبی رواداری اسلام کی روح ہے۔ قرآن اس کا حکم دیتا ہے۔ اور حضرت محمدؐ نے بحیثیت رسول اور حاکم کے دکھلا دیا کہ کس طرح جنگ اور امن کی حالت میں اسے عمل میں لانا چاہئے۔ آپ نے ہی صریح اور صاف الفاظ میں بتلایا کہ خدا ہر ایک ملت اور قوم کی نیکی کا معاوضہ دیتا ہے۔ اور یہ معاوضہ جیسا کہ عیسائی اور یہودیوں کا خیال ہے صرف اعتقاد کے مطابق نہیں ملتا بلکہ ان کے اعمال اور انکی کوششوں کے مطابق جو وہ خلق اللہ کو فائدہ پہنچانے کے لئے کرتے ہیں۔ ہم مسلمانوں نے ہی (خدا ہماری خطا معاف کرے) تاریخی دنیا میں اکثر رواداری کے اصول سے انحراف کیا ہے باوجودیکہ رحم اور رواداری کے متبرک احکام ہر وقت ہمارے سامنے تھے لیکن کسی شخص کا حق نہیں کہ وہ اس سے یہ نتیجہ نکالے کہ اس معاملہ میں ہم حضرت محمد صلعم کے قدم بقدم چلتے ہیں یا اپنے اعتقادات کے مطابق کرتے ہیں۔ ہرگز

ہرگز نہیں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ہم اپنے آقا صلعم کے نمونہ کو رد کرتے ہیں۔ اور اپنے اعتقادات کے بالکل عکس چلتے ہیں +

اسمیں کوئی کلام نہیں کہ رسول کریم صلعم نے لڑائیں کیں اور بزور شمشیر اپنے دشمنوں پر غالب آئے انسانی تاریخ میں یہ ایک عجیب بات نظر آتی ہے کہ مخلوق پر سب سے زیادہ عنایات کرنیوالوں کے اپنے عقائد کیلئے یا تو جنگ کی اور یا جان دیدی۔ کیونکہ کثیر التعداد لوگوں نے اس نعمت کو جو بڑے غصہ سے رد کردیا۔ جو نیک لوگ اس کے لئے لائے۔ تاریخ میں یہ ایک افسوسناک واقعہ ہے۔ کہ مذہبی رواداری سکھلانے والے انبیا اور انکے پیرووں کو اکثر اپنے بچاؤ کے لئے مجبور کرنا پڑا +

قرآن کریم کا اسبارے میں حسب ذیل حکم ہے:۔

ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصری والصابئین من امن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورہ البقرہ رکوع ۸) **ترجمہ**۔ بیشک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی ان میں سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے۔ اور **اچھے کام** کرتے رہے تو ان کو (ان کے لئے) اجر ان کے پروردگار کے ہاں ملیگا۔ اور ان پر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہونگے +

وللہ المشرق والمغرب۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ان اللہ واسع علیم۔ **ترجمہ**۔ اور اللہ ہی کا ہے پورب اور پچھم تو جہاں کہیں (قبلے کی طرف) منہ کرلو اُدھر ہی اللہ کا سامنا ہے۔ بیشک اللہ (بڑی) گنجائش والا اور سب کچھ جانتا ہے +

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتب والنبیین ج واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب ج واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ ج والموفون بعھدھم اذا عاھدوا ج

والصٰبرین فی البأساء والضراء وحین البأس ؕ اولئک الذین صدقوا ؕ واولئک ھم المتقون ۔ **ترجمہ** (مسلمانو) نیکی یہی نہیں کہ (نماز میں) اپنا منہ مشرق (کی طرف کرلو) یا مغرب کی طرف کرو ۔ بلکہ (اصل) نیکی تو ان کی ہے جو اللہ اور روز آخرت اور فرشتوں اور (آسمانی) کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے ۔ اور مال (عزیز) اللہ کی محبت پر رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا ۔ اور (غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی) گردنوں (کے چھڑانے) میں دیا ۔ اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے ۔ اور جب (کسی بات کا) اقرار کرلیا تو اپنے قول کے پورے اور تنگی میں اور تکلیف میں اور ہلاچلی کے وقت میں ثابت قدم رہے یہی لوگ ہیں جو (دعوی اسلام میں) سچے نکلے اور یہی ہیں (جن کو) پرہیزگار (کہنا چاہئے) ✤

وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودًا او نصٰرٰی ؕ تلک امانیھم ؕ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین ۝ بلٰی من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۝ **ترجمہ** ۔ اور (یہود) کہتے ہیں کہ یہود (کے سوا) اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ نصاریٰ (کے سوا جنت میں کوئی نہیں جانے پائیگا ۔ یہ ان کے (اپنے خیالی پلاؤ) ہیں ۔ اے پیغمبر (ان لوگوں سے) کہو اگر سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو ۔ بلکہ واقعی بات تو یہ ہے کہ جس نے خدا کے آگے سر تسلیم خم کردیا ۔ وہ نیکوکار بھی ہے تو اسکے لئے اسکا اجر اس کے پروردگار کے ہاں (موجود) ہے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں پر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہونگے ✤

اس قسم کے اچھے پیغام کو انکار کرنا ہمارے پیارے رسول صلعم کے نزدیک اور ہمارے نزدیک بھی ایک بیہودہ امر تھا ۔ آپ نے اپنے سفیر روئے زمین کے تمام باشندوں کی طرف بھیجے ۔ اور انکی توجہ ایک ایسے اعتقاد کی طرف مبذول فرمائی جس کو تمام دانا متفق و متحد ہو جائیں لیکن آپ کے بعض سفیر تو مار ڈالے گئے بعض کو بے عزت کیا گیا ۔ یہ ایک بات نہایت لاپرواہی سے [illegible] انہیں ضرور نہیں ہوا ایک حبشی بادشاہ [illegible] کا انکار نہایت ناگوار تھی اور پھر بھی [illegible] قتل کیا تو مسلمانوں کو [illegible]

بیزنطینین کے ساتھ عرصۂ دراز تک لڑنا پڑا۔ جس کی وجہ سے عیسائی ممالک میں انکے نام ہی سے غلطی پیدا ہوتا اور انہیں مذہبی مجنون کر کے پکارا جاتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذہبی جنون ان میں نہ تھا کیا اس سے زیادہ بیرحمی اور سختی کبھی کسی پر ہوئی ہے جو ابتدائے اسلام میں ان مسلمانوں پر ہوئی جو چاہتے تھے کہ تمام لوگ امن و آشتی سے رہیں لیکن انہیں ایک انبوہ کثیر کے ساتھ لڑنا پڑا۔ جس نے بڑی سختی سے ہر طرح انکے ارادے کا مقابلہ کیا۔ یہ سب باتیں اس وقت ہوئیں جب رسول کریم صلعم نے اپنے گھر کے دشمنوں پر غلبہ پالیا تھا۔ اور وہ بت پرست قریش اور اس کے ساتھی بھی مغلوب ہو چکے تھے جن کی کوشش تھی کہ اس نئے مذہب کو نیست و نابود کر دیا جائے کیونکہ وہ ان کے نزدیک ان کے قومی رواجات اور قدیم تعصبات کے خلاف ہونے کی وجہ سے بہت ناپاک تھا۔ پس اگر آپ میں سے کسی کے دل میں اس مضمون کے متعلق کسی اور جگہ پڑھ کر یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ حضرت محمد صلعم کو مذہبی جنون تھا یا آپ جنگ میں سختی کے ساتھ کام لیتے ہیں یا کبھی آپ نے اپنی زندگی میں سختی اور ظلم کیا ہو۔ تو اس ناپاک خیال کو دل سے نکال دینا چاہئے۔ آپ نے بڑی بردباری اور صبر سے باراں سال تک ظلم اور تکالیف برداشت کیں۔ حالانکہ اگر آپ چاہتے تو ہر وقت کفار میں سے ایک جتھا اپنی حفاظت کے لئے تیار کر لیتے۔ آپ نے امن کی خاطر اپنے تابعین کو مکہ سے نکل جانے کا حکم دیا اور آخر کار خود ایسی جگہ تشریف لے گئے جہاں کے لوگ ان کے زیادہ طرفدار تھے لیکن جب آپ کے دشمن ایک بڑی جرار فوج لیکر آپ کو گوشہ تنہائی میں سے ڈھونڈ کر نکالنے اور آپ کی جماعت کا خاتمہ کرنے کے لئے آئے تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو لڑائی کا حکم دیا۔ یہ بات تو ہر ایک صحیح دماغ والا جانتا ہے کہ جس چیز کے لئے انسان کو زندہ رہنا چاہیئے اس کیلئے بشرط ضرورت لڑنا بھی جائز ہے۔ اس دنیا میں کوئی چیز اس قابل نہیں جس کی حمایت کیجائے بمقابلہ انسانی ترقی کی اس امید کے جو حضرت محمد صلعم نے دلائی اور اس مذہب کے جسمیں اس قسم کی تعلیم ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا۔ اور جو دنیا کے لئے ایک نئی روشنی کا کام دیتی ہے +

موجودہ مذاہب جس قسم کی بردباری کا آجکل نمونہ پیش کرتی ہیں اس کا سراغ لگانا بہت

کہ مسیحی ریفارمیشن وغیرہ تک پہنچتا ہے۔ اور گبن صاحب نے ریفارمیشن (اصلاح) کا سراغ بذریعہ پولوسی فرقہ کے اسلام تک چلایا ہے۔ قدیم زبانوں کا علم کبھی دوبارہ زندہ نہ ہوتا اگر اسلام عیسائیت سے زیادہ بردبار نہ ہوتا۔ اور قدیم علوم کی کتابیں حفاظت سے نہ رکھتا جنہیں عیسائیوں نے ناپاک سمجھ کر جلا دیا تھا۔ اگر رسول کریم اور ان کے ساتھی مار ڈالے جاتے۔ اور یہ ممکن بھی تھا۔ اگر وہ اپنے حملہ آوروں کا مقابلہ نہ کرتے تو روئے زمین پر مذہبی بردباری اور برداشت کا خیال تک موجود نہ ہوتا۔ اور نہ یہ خیال ہی پیدا ہوتا جو آجکل انسانی ترقی کا ہو رہا ہے۔ کم از کم میرا یہی اعتقاد ہے ؎

قرآن شریف کی آیات ذیل کے بعد ہی جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ یعنی لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ الخ ان آیات کے بعد ہے۔ قانون اندفاع یا حفاظت خود اختیاری کا تذکرہ کہیں نہیں ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حفاظت خود اختیاری ایک برا کام ہے تو انہیں ایسے زمانہ میں قانون کے بغیر قائم رہنے کی کوشش کرنا چاہئے جیسے کہ حضرت محمد صلعم تھے یا جیسا کہ آجکل بعض ممالک میں بھی ہے۔ اور جسے کہ ایک وحشیانہ طاقت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جس روک تھام مشکل تھے۔ آجکل حفاظت خود اختیاری کے مخالف جو اس چیز کے لئے بھی فساد کرنا نہیں چاہتے جسے وہ عزیز رکھتے ہیں۔ ان حقوق پر قبضہ کئے بیٹھے ہیں جو قدیم زمانہ کے لوگوں سے لڑ کر ان اشخاص نے حاصل کئے جنہوں نے حق کی حفاظت کرنا جائز سمجھا تھے کہ ان کا فعل تہذیب کا اب جزو خیال کیا جاتا ہے۔ معاوضہ لینا ہماری ہستی کا ایک فطرتی قانون ہے۔ اور تمام فطرتی قانون۔ خدائی قانون ہیں یہ ہرگز خیال نہ کیا جائے کہ جب حضرت محمد صلعم نے اپنے پیروؤں کو قانون فطرت کے مطابق اپنی حفاظت ضعیفوں اور بچوں کو بچاؤ اور ظلم کے انسداد کے لئے لڑائی کا حکم دیا تو آپ جنگ کے وقت بے رحمی اور بیدردی سے کام لیتے تھے ؎

معلوم ہوتا ہے کہ بعض نے یہ خیال کیا ہے کہ رسول اکرم نے تمام بت پرستوں کے خلاف بغیر کسی امتیاز کے جنگ شروع کر دی تھی۔ اور جہاں کہیں بھی کوئی بت پرست

نظر آتا اس پر رحم نہ کیا جاتا تھا۔ یہ ایک حقیقت سے دور بات ہے۔ آپ تو کبھی کسی بُت پرست کو کافر بھی نہیں کہتے تھے جب تک کہ حق اس کے کان تک نہ پہنچ جائے۔ اور وہ اس سے انکار نہ کرے۔ اس وقت اس قسم کے انکار کے معنے اسلام پر سختی کرنا اور اس کے خلاف تلوار اُٹھانا تھا۔ آپ نے کبھی کسی بُت پرست عرب پر حملہ نہیں کیا جب تک کہ اس نے خود پہل نہ کی ہو۔ یا آپ کو دھوکہ نہ دیا ہو۔ آپ نے ان میں سے بعض فرقوں کے ساتھ اتحاد پیدا کر لیا تھا۔ بعد میں یہ اتحادی فرقے آہستہ آہستہ مسلمان ہو گئے۔ کیونکہ جن اشخاص کو رسول کریم سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے پر اعتراض نہ تھا۔ وہ ایسے مسائل کو قبول کرنے سے انکار نہیں کر سکتے تھے جن سے فضول مسائل مُلکِ عرب میں نظر آتے تھے۔ اور جن کی خوبی کی تائید ابتدائی مسلمانوں کی پاکیزگی اور راستبازی سے ہوتی تھی +

قرآن شریف میں بُت پرستوں کو اول اول بیوقوف کر کے پکارا گیا ہے کیونکہ وہ ٹیڑھی راہ پر چلتے تھے۔ مگر انہیں خدا کے رحم سے محروم نہیں سمجھا گیا۔ لیکن جب ان تک حق کی آواز پہنچ گئی اور انہوں نے اس کا مقابلہ یا تو تلوار سے اور یا منصوبوں سے کیا تو انہیں شریر کا خطاب دیا گیا۔ حضرت ابراہیم کی دعا رب اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب۔ رسول کریم اور اُن کے پیرو اکثر پڑھا کرتے تھے حضرت ابراہیم کے والدین بُت پرست تھے۔ اور اسی طرح حضرت محمد صلعم، حضرت علیؓ، حضرت ابوبکرؓ اور دیگر دس ہزار مسلمانوں کے والدین بُت پرست تھے۔ تاہم اُن کے لئے اسی طرح دعا مانگی جاتی تھی جس طرح کسی مسلمان کے لئے۔ تا کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن انہیں بھی بخش دے۔ میں بہت سی ایسی مثالیں بتلا سکتا ہوں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بُت پرست کو بھی خدا کی رحمت سے محروم خیال نہیں کیا گیا۔ البتہ جنہوں نے اسلام کی تعلیم سننے کے بعد اس کا بڑی زور سے مقابلہ کیا اور اسے ایذا رسانی اور بزورِ تلوار ملیا میٹ کرنے کی کوشش کی۔ اور کسی قسم کی بُردباری نہ دکھلائی۔ ان کے ساتھ کچھ ناگوار سا سلوک کیا گیا۔ اور وہ اس سلوک کے مستحق تھے +

عرب جیسے ملکوں میں تو انہیں کفار کو جنہوں نے اسلام کو ہر طریق سے مٹانے کی کوشش

کی تھی مسلمانوں نے مغلوب کیا پھر وہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہوئے لیکن تلوار کے زور سے نہیں جیسا کہ بعض کہتے ہیں۔ جب انکی طاقت مغلوب ہوگئی۔ اور اسلام نے غلبہ پالیا۔ تو وہ اسلام لے آئے۔ اور وہ خوشامد کر کے داخل اسلام ہوئے +

کہا جاتا ہے کہ حضرت محمد صلعم نے عرب کے بت پرستوں کے ساتھ کسی قسم کی نرمی نہیں کی کیونکہ فتح مکہ کے بعد آپ نے حکم دیا کہ فلاں تاریخ کے بعد کوئی بت پرست حج نہیں کر سکیگا لیکن بت پرستوں نے باوجود بت پوجنے اور نہایت ذلیل ترین توہمات رکھنے کے بھی صدیوں تک حج کیا۔ جب حضرت محمد صلعم اور آپکے ساتھیوں نے بت پرستوں سے کہا۔ کہ آؤ ہم تمہارے ساتھ اپنے عقیدہ کے مطابق حج کریں تو انھوں نے بڑی گستاخی اور حقارت سے انکار کر دیا۔ انہوں نے ہر طرح کوشش کی کہ مسلمان حج نہ کر سکیں۔ لیکن جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسقدر اقتدار حاصل کیا کہ آپکی بات کو رد نہ کیا جا سکتا تھا تو آپ نے کفار کو ایک موقعہ پر مجبور کیا۔ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ حج کے بارے میں کسی قسم کی مزاحمت نہ کریں۔ اور انہیں پھر بڑی ذلت کے ساتھ اس عرصہ کے لئے مکہ سے باہر جانا پڑا جب تک کہ مسلمان اپنے رسوم حج کو پورا نہ کرلیں تمام تاریخ میں کوئی نظارہ ایسا عجیب اور مؤثر نظر نہیں آتا جو اس وقت بت پرستوں نے پیش کیا۔ جبکہ وہ اردگرد کی پہاڑیوں پر سے بڑے تعجب اور حسد کے ساتھ خدائے واحد کے پرستاروں کو بت خانہ میں دیکھ رہے تھے۔ درانحالیکہ وہ ان بتوں کی جو کفار کے نزدیک اس گھر کی زینت تھے کچھ پرواہ نہ کرتے تھے لیکن چند ماہ کے بعد وہ سب کے سب مسلمان ہوگئے انہوں نے جنگ کشت و خون تکالیف اور دغا بازی سے اسلام کو تباہ کرنیکی کوشش کی تھی۔ مگر جب حضرت محمد صلعم نے مکہ فتح کیا۔ تو آپ نے ان سب کو معاف کر دیا۔ دنیا میں اس قسم کے رحم کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ نے تمام بتوں کو جن سے خانہ خدا پلید ہوا تھا توڑ دیا یہ فرما کر کہ جاء الحق وزھق الباطل یعنے صداقت آگئی ہے اور جھوٹ بھاگ گیا ہے! اور سب کے لئے معافی کا اعلان کر دیا۔ اور پھر فتح کی خوشی میں محتاجوں کو امداد دی اور فرار شدہ غلاموں کو آزاد کر دیا۔ اہل مکہ ایک ایک کر کے سب اسلام میں داخل ہوگئے لیکن بعض اسمیں شک نہیں اپنی پہلی حالت کے اشتغال یعنے شراب خوری قمار بازی۔ حرامکاری اور ناجائز

مفاد کے دلدادہ رہے +

بُت پرستوں کو ہر سال گروہ در گروہ مکّہ میں آنے کی اجازت دینا گویا بدی کی امداد کرنا اور ملک میں تاریکی کو دوبارہ پھیلانا تھا۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ ولولا دفع اللّٰہ النّاس بعضھم ببعض لفسدت الارض **ترجمہ**۔ اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعے سے بعض کو (کُرسی حکومت پرسے) نہ ہٹاتا ہے۔ تو ملک کا انتظام درہم برہم ہو جائے +

چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ اگر حضرت محمد صلعم اپنی رواداری میں کمزوری ظاہر کرتے تو اس ملک میں جسے آپ نے بچالیا پھر خرابی پیدا ہوجاتی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت صدق دل سے کرنا بُتوں کا علم رکھنے سے بہتر ہے۔ اور پاکیزگی بے لگام عیاشی سے اچھی ہے اور فرمایا کہ بدی نیکی کے مقابلہ پر کھڑی نہیں ہوسکتی۔ اور جہاں کہیں بُرائی نظر آئے اُسے بڑی سختی کے ساتھ دبا دینا چاہئے۔ رسُول کریم نے کبھی کسی شخص کو دُکھ نہیں دیا اور کسی حکومت بھی کبھی بے انصافی کا سلوک کسی سے نہیں کیا۔ اور نہ ہی بردباری کا اصُول باندھ دیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ایک سال کے بعد کسی بُت پرست کو حدود مکّہ کے اندر آنے کی اجازت نہ ہوگی۔ چنانچہ چند ہی سال کے عرصہ میں تمام عرب بُت پرستوں سے خالی نظر آنے لگا یہ حالت تو اُن بُت پرستوں کی ہُوئی جنھوں نے بڑے زور سے اسلام کا مقابلہ کیا۔ مگر یہودی عیسائی اور تمام دیگر ایسے اشخاص جو خدائے واحد کی عبادت کرنے اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ اس قسم کے مسلمان ہیں جو گمراہ ہو گئے ہیں۔ اور ان کے کاہنوں اور راہبوں نے راستی کو اپنے بیہودہ خیالات سے دھندلا کر دیا ہے ان میں سے نیک کام کرنے والے اور دکھ سہنے والے مسلمانوں کی طرح خیال کئے جاتے ہیں۔ رسولِ کریم صلعم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اعلےٰ درجہ کی بُردباری سے سلوک کیا۔ اور اسلامی ممالک میں تو یہ مذاہب ہمیشہ رہے ہیں۔ جن یہودیوں اور عیسائیوں نے آپ پر حملہ کیا یا آپ سے دھوکہ کیا اُن کا آپ نے مقابلہ کیا یا اُن کو حسب ضرورت سزا دی لیکن اس سے ان مذاہب کے ساتھ بُردباری سے سلوک کرنے میں کوئی کمی واقع نہیں ہُوئی

اور جب عیسائی طاقتوں نے آپ کو دنیا میں برائی و بدی کے خلاف جنگ کرنے میں امداد دینے سے انکار کر دیا تو بھی آپ نے اپنا طرز عمل نہ بدلا۔ آپ کو ان طاقتوں سے امید تھی کہ وہ تعصبات اور توہمات کے نیست و نابود کرنے میں مدد دیں گے۔ اور چاہتے تھے کہ ان سے باہمی سمجھوتا ہو جائے لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے آپ کو (نعوذ باللہ) کاذب خیال کیا۔ اور آپ کے قاصد کو مار ڈالا اور آپ کو تباہ کر دینے کی دھمکی بھی دی۔ ان کے اس قسم کے انکار سے اسلام اور عیسائیت کے درمیان ہمیشہ کی لڑائی اور باہمی عداوت آج تک قائم ہے لیکن حضرت محمد صلعم اور قرن اولے کے مسلمانوں نے باوجودیکہ ان پر ہر طرف سے حملے ہوئے اور انہیں تباہ کرنے کی دھمکی بھی دی گئی۔ مذہبی رواداری کو ہاتھ سے نہ دیا۔ عیسائیت کے خلاف جنگوں میں انہوں نے گرجوں خانقاہوں اور مذہبی لوگوں کی ہمیشہ عزت کی۔ اور مفتوح قوم کو تبدیل مذہب کے لئے مجبور نہیں کیا اور صدیوں اسلام کا دستور العمل یہی رہا ہے۔ گو کبھی کبھی مسلمان اس پر کاربند نہیں رہے لیکن یہ انسانی فطرت ہے جبکہ پہلے پہل مسلمانوں پر حملے ہوئے۔ اور بعد میں مذہبی مجنونوں نے ان کو اپنے مذہب کی خاطر تنگ کیا۔ تو وہ بھی صدیوں کے بعد مذہبی مجنون بن گئے اور قرآن کی تعلیم کے خلاف دشمنوں کے مذہب پر حملہ شروع کر دیا۔ اور کبھی کبھی اپنے حملہ آوروں کی تقلید میں وحشیانہ حرکات بھی کر دیں۔ یہ گو ایک طبعی امر ہے لیکن غلطی سے مبرا نہیں +

قرآن کا حکم بدلا یا معاوضہ لینا ہے جہاں تک کہ انصاف اجازت دے لیکن کسی قسم کی زیادتی یا افراط جائز نہیں۔ بت پرست عربوں نے حضرت محمد صلعم کا مقابلہ کرنے میں طرح طرح کی وحشیانہ حرکات کیں لیکن رسول اکرمؐ نے کبھی انکی اس بارے میں تقلید نہیں فرمائی جن مسلمانوں نے وقتاً فوقتاً اس وقت تک اپنے مخالفوں کی بے رحمانہ کارروائیوں کی تقلید کی ہے انہوں نے اپنے مذہب کو بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں کو ایسے مذہب کی تلاش ہے جس میں مذہبی رواداری اور خیالات کی آزادی ہو۔ یعنی ایسا مذہب ہو۔ جو آجکل کی روشنی کے جدید خیالات کے مطابق ہو۔ لیکن یہ لوگ اسلام سے

یہ سُن کر بھاگتے ہیں کہ مسلمان مذہبی جنون رکھتے ہیں۔ اگرچہ یہی ایک مذہب ہے جو انہیں تسکین دے سکتا ہی افسوس ہے کہ انہیں یہ علم نہیں کہ مسلمان مذہبی مجنون کیوں بن گئے۔ یہ لوگ اس سوال کے دوسرے پہلو پر نظر نہیں ڈالتے۔ جاہل مسلمانوں نے اپنی مذہبی تعلیم سے ناواقفیت کی وجہ سے کبھی کبھی حدود رواداری سے تجاوز کیا ہے۔ اور اگر ان کا امتحان اس معیار سے لیا جائے جس کے باعث رسُول کریمؐ اور دیگر قرن اولے کے مسلمان کامیاب ہوئے تو وہ ناکام دکھائی دینگے۔ اِس قسم کے فعل سے وہ اپنے مخالفوں ہی کی طرح بُرے تھے۔

کیا مسلمانوں کے لئے یہ بات قابل شرم نہیں اور خصوصاً ان کے لئے جن کو خدا نے صحت بخشی ہے کہ ان کے بھائی اپنے مذہب سے ناواقف ہوں۔ اور کیا انہیں اس سے بھی شرم نہیں آتی۔ کہ وہ عیسائیوں سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ مذہبی نکتہ خیال سے نہیں۔ اور یہ بھی ہو بھی نہیں سکتا۔ بلکہ تعلیم میں اور مذہبی رواداری میں بھی۔ کیونکہ انگلستان کا ملکی قانون تمام مذہب و ملت کے ساتھ یکساں انصاف کرنے کے لحاظ سے زیادہ تر اسلامی نظر آتا ہے بمقابلہ پرانی طرز کے مسلمانوں کے عمل کے۔ یہ امر واقعہ اور ہمیں بیدار ہونا چاہئے کیونکہ یہ ایک بہت بُری بات ہے اسی میں اسلام کی فتح ہے۔ گو ہم آجکل کے مسلمان اسمیں کوئی حصہ نہیں رکھتے باوجودیکہ رسُول اکرم صلعم کا پیغام ہی اس کی بنیاد ہے۔

میری اس تحریر سے کوئی شخص بھی میں اُمید کرتا ہوں یہ خیال نہ کریگا۔ کہ میں تمام مذاہب کو یکساں سمجھتا ہوں یا ان مذاہب میں سے بلا امتیاز اپنے لئے دوستوں کا انتخاب کرونگا یا میں کسی مسلمان کو اپنے مذہبی فرائض میں سے کچھ ترک کرنے اور دوسرے مذاہب والوں کے ساتھ کسی طرح اُلجھانے کو پسند کرونگا۔ ہرگز نہیں۔ یہ پہلے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ کہ ہم اپنے مذہبی فرائض میں بہت سرگرم رہیں کیونکہ ہمارا نمونہ ہی اثر کریگا ہم چاہتے ہیں کہ اسلامی طریق پر آزادانہ ترقی کرنے کا ہمیں حق حاصل ہو لیکن اس لئے ضروری ہے کہ دوسرے کے اسی قسم کے حقوق کی عزت کریں۔ تمام دیگر اشخاص کے ساتھ انصاف سے برتاؤ کریں۔ اور دوسروں کی نیکی کا دل سے اعتراف کریں اگر ہم اس طرح کی کریں اور دیگر لوگوں کو بھی اسلامی تعلیم کے مطابق جدید طرز ترقی میں دیں تو ہم اگر خدا کو منظور ہوا تو اپنا مدعا اس دنیا میں جہاں مذہبی رواداری پیدا ہو جائیگی حاصل کر لینگے وہ مدعا خدا نکرے کوئی اپنی بزرگی اور بڑائی حاصل کرنا نہیں اور کسی قسم کی ملکی فتوحات ہے بلکہ یہ کہ انسان اس سیدھی راہ کہ خدا ہی زمین اور آسمان کا مالک ہے اور محمد صلعم اس کا رسول ہے قبول کرلے۔

دُنیا کے مشہور شہداء ثلاثہ

بسلسلہ صفحہ ۳۴ جلد ۵ نمبر ۶

"اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو۔ جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چُراتے ہیں۔ بلکہ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو۔ جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ۔ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چُراتے ہیں۔ کیونکہ جہاں تیرا مال ہے وہیں تیرا دل بھی لگا رہیگا۔"

برخلاف اس کے حضرت مسیح کے مخالفوں کے بہت پست خیال تھے۔ وے دنیا کی دولت اور حکومت کے خواہشمند تھے مگر حضرت مسیح انہیں سکھاتے تھے۔ کہ جو کچھ تمہارے پاس ہو اُسے بیچ کر غربا کو دیدو (متی باب ۱۹ آیت ۲۱) لیکن وے لوگ ریاکار تھے۔ ان کا زہد صرف دکھانے کے لیے تھا۔ انکی نظر موسوی قانون کے الفاظ پر تھی۔ انکی دینداری چند ایک رسومات تک ہی محدود تھی۔ وے حضرت مسیح کی اصولوں کی پاکیزگی کو سمجھ نہ سکتے تھے۔ ان کا پہاڑی کا وعظ۔ ان کے نزدیک بے حقیقت تھا۔ اعلیٰ علم آلٰہیات کی کیفیت جو حضرت مسیح سکھاتے تھے ان لوگوں پر کچھ اثر نہ کرتی تھی۔ وہ از سرتاپا مادیات میں غرق تھے لیکن حضرت مسیح سراپا رُوحانیت تھے۔ ان لوگوں کا مسیح سے اتنا اختلاف تھا جیسا دن کا رات سے۔ انہوں نے جو وہ [illegible] خدا کے بیٹے کے معنوں میں غلط فہمی پیدا کر دی۔ انہوں نے حضرت مسیح پر الزام لگایا کہ وہ اپنے آپ کو خدا کا جسمانی بیٹا کہتے ہیں۔ یہ یقیناً ایک کفر تھا۔

اگر حضرت مسیح واقعی وہی کہتے تھے۔ جو اُنکی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ تو البتہ وہ بیدینی کی راستی پر تھے۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے اس عالیشان محل کو گرانے کا ارادہ رکھتا جو حضرت موسیٰ نے تیار کیا تھا۔ تو وہ ہر طرح لعنت کا مستحق ہے لیکن حضرت مسیح اپنے آپ کو خدا کا جسمانی بیٹا کہہ کر جیسا کہ ان کے زمانہ کے فریسیوں نے ان پر الزام لگایا۔ اور ان کے اس کے برائے نام پیروؤں نے ان کی طرف منسوب کیا۔ الوہیت کی بے عزتی و بے حرمتی نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت مسیح نے خود فرمایا ہے۔ جو کوئی ابن آدم کے برخلاف کوئی بات کہیگا وہ اسے

معاف کیجائیگی۔ مگر جو کوئی رُوح القدس کے برخلاف کوئی بات کہیگا وہ اسے معاف نہ کیجائیگی نہ اس عالم میں نہ آنیوالے میں (متی باب ۱۲ آیت ۳۲)

جناب مسیح نے اِس بات کو بالکل صاف کر دیا ہے کہ بیٹے کا لفظ سے مُراد وہ شخص ہے جو خدا کا نہایت فرمانبردار اور مطیع ہے۔ انہوں نے یہ بھی صریح طور پر بتلا دیا کہ خدا سب کا باپ ہے اور جو اس پر زیادہ فدا ہے وہ اس کا اچھا بچہ یا بیٹا ہے۔ جن لوگوں نے حضرت مسیح کی طرف کفر منسوب کیا ہے انہوں نے بالکل جھوٹ بکا ہے۔ انہوں نے اس قسم کا جھوٹ اسلئے بولا تھا کہ حضرت مسیح بدنام ہو جائیں لیکن وہ اس کوشش میں ناکام رہے ہے۔ کیونکہ وہ لوگ جو حضرت مسیح کو جانتے تھے اور جنہوں نے دیکھا تھا کہ وہ کسقدر منکسر المزاج تھے اور کس قدر خدا کی محبت اور عزت ان کے دل میں تھی انہوں نے اس بات پر یقین نہ کیا کہ حضرت مسیح کبھی بھی اپنے قول و فعل سے خدا کی عظمت و تقدس کو گرائیں گے۔ جب فارسیوں کو اسمیں ناکامیابی ہوئی تو انہوں نے حضرت مسیح کو کسی ملکی معاملات میں پھنسانا چاہا۔ انہوں نے ان پر یہ الزام لگایا کہ وہ اپنے آپ کو یہودیوں کا بادشاہ کہتے ہیں لیکن یہودیوں کی اپنی سلطنت تو تھی نہیں وہ رومن بادشاہ کے ماتحت تھے۔ انہوں نے یہ کہا کہ وہ سیاسی غدار ہے +

اسمیں بھی فریسیوں نے دھوکھا کھایا تھا۔ کیونکہ حضرت مسیح نے کبھی بھی زمینی بادشاہت کا خیال تک نہ کیا تھا۔ ان کا تمام خیال آسمانی سلطنت کی طرف تھا۔ میں حضرت مسیح کے خلاف جو الزامات لگائے گئے تھے ان کا ذکر بعد میں کرونگا۔ مگر وہ غداری کا الزام لگا کر ان کو مصلوب کرنے میں کامیاب ہوئے +

متی نے جو حضرت مسیح کا شاگرد اور غالباً چشمدید گواہ ہے ان کی شہادت کا واقعہ یُوں لکھا ہے کہ حضرت مسیح کو ان منصوبوں کا جو ان کے دشمن ان کے برخلاف باندھ رہے تھے کسقدر علم تھا۔ یہودیوں کی عید فسح سے چھ دن پہلے انہوں نے اپنے شاگردوں سے کہا:۔

عید مذکور پر ابن آدم مصلوب ہونے کو پکڑوایا جائیگا۔ اس وقت سردار کاہن اور قوم کے بزرگ کائفا نام سردار کاہن کے دیوانخانہ میں جمع ہوگئے۔ اور صلاح کی کہ یسوع کو فریب سے پکڑ کر قتل کریں۔ مگر کہتے تھے کہ عید کو نہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں بلوہ ہو جائے! انکے

اپنے شاگردوں میں سے ایک نے جس کا نام یہوداہ اسکریوطی تھا تیس روپے لیکر حسب پیشگوئی مسیح انہیں پکڑوا دیا +

پھر لکھا ہے کہ اس وقت یسوع ان کے ساتھ گتسمنی نام ایک جگہ میں آیا۔ اور اپنے شاگردوں سے کہا۔ کہ یہیں بیٹھے رہنا جب تک کہ میں وہاں جاکر دُعا مانگوں۔ اور پطرس اور زبدی کے دونوں بیٹوں کو ساتھ لیکر غمگین اور بیقرار ہونے لگا۔ اس وقت اس نے ان سے کہا۔ میری جان نہایت غمگین ہے یہانتک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ تم یہاں ٹھیرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو پھر تھوڑا آگے بڑھا اور مُنہ کے بل گر کر یہ دُعا مانگی۔ اے میرے پیارے باپ اگر ہوسکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ تاہم جیسا کہ میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تُو چاہتا ہے ویسا ہی ہو۔ پھر شاگردوں کے پاس آکر اُنہیں سوتے پایا اور پطرس سے کہا۔ کیوں۔ تم میرے لئے ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکے؟ جاگو اور دُعا مانگو تاکہ آزمائش میں نہ پڑو۔ رُوح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے۔ پھر دوبارہ اُس نے جاکر یہ دُعا مانگی۔ اے میرے باپ اگر یہ میرے پئے بغیر نہیں ٹل سکتا تو تیری مرضی پُوری ہو۔ اور آکر اُنہیں پھر سوتے پایا۔ کیونکہ انکی آنکھیں نیند سے بھری ہوئی تھیں۔ اور انہیں چھوڑ کر پھر چلا گیا۔ اور وہی بات پھر کہکر تیسری بار دعا مانگی تب شاگردوں کے پاس آکر ان سے کہا۔ اب سوتے رہو اور آرام کرو۔ دیکھو وقت آ پہنچا ہے اور ابن آدم گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالے کیا جاتا ہے۔ اُٹھو چلیں۔ دیکھو میرا پکڑوانیوالا نزدیک آ پہنچا ہے + (متی باب ۲۶ - آیت ۳۶ تا ۴۶) +

وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ یہوداہ جو اُن بارہ میں سے ایک تھا آیا۔ اور اس کے ساتھ ایک بڑی بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لئے ہوئے سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں کی طرف سے آ پہنچی اور اس کے پکڑوانے والے نے انہیں یہ پتا دیا تھا کہ جس کا میں بوسہ لُوں وہی ہے۔ اُسے پکڑ لینا۔ اور فوراً یسوع کے پاس آکر کہا۔ اے ربّی سلام۔ اور اس کے بوسے لئے۔ یسوع نے اس سے کہا۔ میاں جس کام کو آیا ہے وہ کر لے۔ اس پر اُنھوں نے پاس آکر یسوع پر ہاتھ ڈالا اور اسے پکڑ لیا۔ اور دیکھو۔ یسوع کے ساتھیوں میں سے ایک نے ہاتھ بڑھا کر اپنی تلوار کھینچی۔ اور سردار کاہن کے نوکر پر چلا کر اس کا کان اُڑا دیا۔ یسوع نے اس سے کہا اپنی

تلوار کو میان میں کر لے۔ کیونکہ جو تلوار کھینچتے ہیں وہ سب تلوار سے ہلاک کیے جائینگے۔ کیا تو نہیں سمجھتا کہ میں اپنے باپ سے منت کر سکتا ہوں اور وہ فرشتوں کے بارہ تمن سے زیادہ میرے پاس ابھی موجود کر دیگا۔ مگر وہ نوشتے کہ یونہی ہونا ضرور ہے کیونکر پورے ہونگے۔ اسی گھڑی یسوع نے بھیڑ سے کہا۔ کیا تم تلواریں اور لاٹھیاں لیکر مجھے ڈاکوؤں کی طرح پکڑنے نکلے ہو۔ میں ہر روز ہیکل میں بیٹھ کر تعلیم دیتا تھا۔ اور تم نے مجھے نہیں پکڑا۔ مگر یہ سب کچھ اسلئے ہوا ہے کہ نبیوں کے نوشتے پورے ہوں۔ اس پر سارے شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے (متی باب ۲۶ آیت ۵۲ تا ۵۶) +

اور یسوع کے پکڑنے والے اسکو کائفا نام سردار کاہن کے پاس لیگئے۔ جہاں فقیہہ اور بزرگ جمع ہو گئے تھے۔ اور پطرس فاصلے پر اسکے پیچھے پیچھے سردار کاہن کے دیوانخانے تک گیا۔ اور اندر جاکر پیادوں کے ساتھ نتیجہ دیکھنے کو بیٹھ گیا۔ اور سردار کاہن اور سارے صدر عدالت والے یسوع کو مار ڈالنے کے واسطے اسکے خلاف جھوٹی گواہی ڈھونڈنے لگے۔ مگر نہ پائی۔ گو کہ بہت سے جھوٹے گواہ آئے لیکن آخرکار دو گواہوں نے آکر کہا کہ۔ اس نے کہا ہے۔ میں خدا کے مقدس کو ڈھا سکتا اور تین دن میں اُسے بنا سکتا ہوں۔ اور سردار کاہن نے کھڑے ہو کر اس سے کہا۔ تو جواب نہیں دیتا۔ یہ تیرے خلاف کیا گواہی دیتے ہیں مگر یسوع چپکا ہی رہا۔ سردار کاہن نے اس سے کہا میں تجھے زندہ خدا کی قسم دیتا ہوں۔ کہ اگر تو خدا کا بیٹا مسیح ہے تو ہم سے کہدے یسوع نے اس سے کہا۔ تو نے خود کہہ دیا۔ بلکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اسکے بعد تم ابن آدم کو قادر مطلق کی دہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے اس پر سردار کاہن نے یہ کہکر اپنے کپڑے پھاڑے کہ اس نے کفر بکا ہے۔ اب ہمیں گواہوں کی کیا حاجت رہی۔ دیکھو تم نے ابھی یہ کفر سنا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا وہ قتل کے لائق ہے۔ اس پر انہوں نے اس کے منہ پر تھوکا۔ اور اس کے مکے مارے۔ اور بعض نے طمانچے مار کے کہا۔ اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا کہ کس نے تجھے مارا +

پطرس نے جیسا کہ یسوع نے پیشنگوئی کی تھی اس کا انکار کیا۔ اور اس پر لعنت بھیجی۔ پھر کاہن اسے پیلاطس گورنر کے پاس لے گیا +

یسوع حاکم کے سامنے کھڑا تھا۔ اور حاکم نے اس سے پوچھا۔ کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے
یسوع نے اس سے کہا تو خود کہتا ہے۔ اور جب سردار کاہن اور بزرگ اُس پر الزام لگا رہے
تھے۔ تو اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر پیلاطوس نے اس سے کہا کیا تو نہیں سُنتا
کہ یہ تیرے خلاف کتنی گواہیاں دیتے ہیں۔ اس نے ایک بات کا بھی اس کو جواب نہ دیا
یہانتک کہ حاکم نے بہت تعجب کیا (متی باب ۲۷ آیت ۱۱ تا ۱۴)

پیلاطوس نے ان سے کہا پھر یسوع کو جو مسیح کہلاتا ہے کیا کروں؟ سب نے کہا کہ اُسکو
صلیب دیجائے۔ اس نے کہا کیوں۔ اس نے کیا بُرائی کی ہے؟ مگر وہ اور بھی چلا چلا کر
بولے۔ کہ اسکو صلیب دیجائے۔ جب پیلاطوس نے دیکھا کہ کچھ بن نہیں پڑتا بلکہ اُلٹا
بلوا ہوتا جاتا ہے تو پانی لے کر لوگوں کے رُوبرو اپنے ہاتھ دھوئے اور کہا۔ میں اس راستباز
کے خُون سے بری ہوں۔ تم جانو۔ سب لوگوں نے جواب دے کر کہا کہ اس کا خُون ہماری اور ہماری
اولاد کی گردن پر۔ اس پر اس نے برابّا کو اُن کی خاطر چھوڑ دیا۔ اور یسوع کو کوڑے
لگوا کر حوالے کیا تا کہ صلیب دی جائے +

اس پر حاکم کے سپاہیوں نے یسوع کو قلعہ میں لیجا کر ساری پلٹن اس کے گرد
جمع کی۔ اور اس کے کپڑے اُتار کر اُسے قرمزی چوغہ پہنایا۔ اور کانٹوں کا
تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا۔ اور ایک سرکنڈا اُس کے دہنے ہاتھ میں دیا۔ اور اُسکے
آگے گھٹنے ٹیک کر اُسے ٹھٹھوں میں اُڑانے لگے۔ کہ اے یہودیوں کے بادشاہ
آداب! اور اس پر تھوکا اور وہی سرکنڈا لے کر اس کے سر پر مارنے لگے۔ اور
جب اس کا ٹھٹھا کر چکے تو چوغے کو اس پر سے اُتار کر پھر اسی کے کپڑے اُسے پہنائے
اور صلیب دینے کو لے گئے + (متی باب ۲۷ آیت ۲۲ تا ۳۱) +

اور راہ چلنے والے سر ہلا ہلا کر اس کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے۔ اے
مقدس کے ڈھانے والے اور تین دن میں بنانے والے اپنے تئیں بچا۔ اگر تو خدا کا
بیٹا ہے تو صلیب پر سے اُتر آ۔ اسی طرح سردار کاہن بھی فقیہوں اور بزرگوں کے ساتھ
مل کے ٹھٹھے سے کہتے تھے۔ اس نے اوروں کو بچایا۔ اپنے تئیں نہیں بچا سکتا۔

یہ تو اسرائیل کا بادشاہ ہے۔ اب صلیب پر سے اُتر آئے۔ تو ہم اس پر ایمان لائیں۔ اس نے خدا پر بھروسہ رکھا ہے۔ اگر وہ اسے چاہتا ہے تو اب اس کو چھڑا لے۔ کیونکہ اس نے کہا تھا میں خدا کا بیٹا ہوں اسی طرح ڈاکو بھی جو اس کے ساتھ صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ اس پر لعن طعن کرتے تھے +
اور دوپہر سے لیکر تیسرے پہر تک تمام ملک میں اندھیرا چھایا رہا۔ اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا۔ ایلی ایلی لما سبقتنی ہے یعنے اے میرے خدا۔ اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ جو وہاں کھڑے تھے ان میں سے بعض نے سُنکر کہا۔ یہ ایلیا کو پکارتا ہے، اور فوراً ان میں سے ایک شخص دوڑا اور سفنج لے کر سرکے میں ڈبویا۔ اور سرکنڈے پر رکھ کر اُسے چُسایا۔ مگر باقیوں نے کہا ٹھیر جاؤ۔ دیکھیں تو ایلیاہ اُسے بچانے آتا ہے یا نہیں یسوع پھر بڑی آواز سے چلایا اور جان دیدی + (متی باب ۲۷ آیت ۳۹ سے ۵۱ تک)

حضرت مسیح کی شہادت کے متعلق صحیح رائے زنی کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آیا جو الزامات ان پر یہودیوں نے لگائے صحیح تھے یا غلط ہیں نے ان کا ذکر پہلے کیا ہے لیکن سقراط اور حضرت امام حسینؑ کے برخلاف جو الزامات تھے اُن کا ہمیں پختہ علم ہے۔ لیکن جناب مسیح کے تاریخی حالات اسقدر غیر یقینی ہیں کہ ان الزامات کو دریافت کرنے کے لئے ہمیں اناجیل کے بہت سے ورق گردانی کرنی پڑتی ہے۔ پھر نہ تو صرف مسیحؑ نے اور نہ انجیلوں کے مصنفوں نے الزامات کی کوئی تردید صاف طور پر پیش کی۔ اور ہمیں اس طرح حضرت مسیح کی حالت پر غور کرنا پڑتا ہے ہمارے خیال میں ان پر تین الزام تھے :-

(۱) کہ مسیحؑ نے خدا کا جسمانی بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا۔

(۲) کہ انھوں نے یہودیوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ کیا۔

(۳) کہ انھوں نے پیشگوئی کی کہ وہ ہیکل کو گرا کر اُسے اپنے معجزہ سے پھر تعمیر کر سکتے ہیں

امر اول تو صریح غلط ہے۔ جو دعویٰ جناب مسیحؑ نے کیا وہ بعینہٖ ویسا تھا جو حضرت محمد صلعم جو کہ مانے ہوئے مُوحد تھے بعد میں کیا جس طرح کہ اسلام میں کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہے اسیطرح جناب مسیح نے بھی کلمہ ان الفاظ میں سکھلایا یعنے ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وے تُجھ کو اکیلا سچا خُدا اور یسُوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں" (یوحنا باب ۱۷ آیت ۳)

اور پھر اسے انجیل میں جناب مسیح فرماتے ہیں کہ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ جو میری باتیں سنتا ہے اور خدا پر جس نے مجھے بھیجا ہے یقین رکھتا ہے وہ ہمیشہ کی زندگی پاتا ہے +

مسیح نے خدا کی وحدانیت پر زور دیا اور لوگوں سے کہا کہ خداوند کو سچے دل سے محبت کرو اور کہا کہ ہمارا آقا جو خدا ہے ایک ہے۔ اور تمہیں چاہیئے کہ تم اپنے خدا کو دل و جان اور تمام اپنی طاقت سے محبت کرو۔ حضرت مسیح نے خدا کے ساتھ مساوات یا اسکے ساتھ شرکت کا کبھی دعوےٰ نہیں کیا۔ انہوں نے بار بار کہا۔ کہ خدا کے حکم اور رضا کے آگے سر جھکانا چاہیئے اور فرمایا۔ کہ نہ ہر ایک جو مجھے خداوند خداوند کہتا ہے آسمان کی بادشاہت میں شامل ہوگا مگر وہ جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے۔ (متی باب ۷ آیت ۲۱) +

خدائے واحد کی عبادت کے متعلق جو حکم مسیح کا تھا وہی ان سے پہلے حضرت موسیٰ کا اور اُن کے بعد حضرت محمد صلعم کا تھا +

توریت میں لکھا ہے کہ تم میرے ہوتے کسی خدا کی پرستش نہ کرو۔ انجیل میں آتا ہے کہ تم خداوند کی جو تمہارا خدا ہے عبادت کرو اور اُسی کی خدمت کرو۔ اور خدا کی آخری کتاب یعنے قرآن شریف کے شروع ہی میں یعنے سورہ فاتحہ میں لکھا ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یعنے تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اور پھر حکم ہے کہ کہو اللہ ایک ہے اور اُسی کے سب محتاج ہیں۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اس کے مانند کوئی نہیں +

عیسائی خود ہر روز یہ دُعا کرتے ہیں۔ کہ اے خدا جو آسمانوں پر ہے آج کی روٹی ہمیں دے۔ اگر جناب مسیح کے دشمنوں کی طرح جو انہیں قتل کرنا چاہتے تھے۔ ان کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ حضرت مسیح نے اپنے تئیں خدا کا بیٹا کہا۔ یا انہیں خدا کا اکلوتا بیٹا کر کے پکارا جاتا تھا۔ لیکن حضرت مسیح نے کبھی اپنے آپ کو خدا کا بیٹا نہیں کہا۔

دوسرے الزام کے متعلق حضرت مسیح کا دعویٰ سلطنت تو کجا وہ خود کہتے ہیں کہ لومڑیوں کے لئے بل ہیں اور ہوا کے پرندوں کے واسطے بسیرے ہیں۔ پر ابن آدم کیلئے جگہ نہیں جہاں اپنا سر دھرے (متی باب ۸۔ آیت ۲۰) +

جناب مسیح کی یہ غرض تھی کہ یہودی کاہنوں کی ریاکاری اور بدکاری کی کلی کھول دی جائے اور اسرائیلیوں کو ناپاک زندگی سے نکال کر انہیں خدائی سلطنت کے قابل بنایا جائے۔ اگر انہیں روحانی معنوں میں بادشاہ تسلیم کیا گیا تو وہ بیشک ان کو خدائی سلطنت تک لیجائیں گے +

تیسرے الزام کی تردید حضرت مسیح کے ان الفاظ سے ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا (یوحنا باب ۵ آیت ۱۹-۳۰- اور باب ۸ آیت ۲۸) +

یہ امر قابل افسوس ہے کہ مغربی دنیا نے حضرت مسیح کی نسبت ان کے زمانہ کے یہودی کاہنوں کی طرح (گو بالکل مختلف طریق پر) ایک غلط خیال قائم کیا ہے +

مسلمانوں اور دیگر مشرقی لوگوں کیلئے جناب مسیح کی تعلیم بالکل صاف ہے بدھ نے بھی ان سے پہلے یہی تعلیم دی بدھ نے اپنا راج پاٹ اپنی بیوی اور رشتہ داروں کو خیرباد کہا۔ اور اپنے باطن کی صفائی اور روحانی عروج میں مشغول ہو گیا۔ حضرت مسیح اور بدھ میں بہت کچھ مشابہت تھی لیکن عملی طور پر بدھ نے اپنی ذات کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ حضرت مسیح نے خدا کی محبت اکتسابی طور پر حاصل نہیں کی یہ انکی گھٹی میں تھی۔ اور انہوں نے خدا کی محبت میں اپنی ذات کو بھلا دیا تھا۔ مشرق میں آپ جیسے بیسیوں پیدا ہوئے ہیں لیکن جناب (مسیح) ان سب سے افضل تھے اس زمانہ میں بھی ہم نے مشرق میں . . . . . بہت سے لوگ دیکھے ہیں جو کہ حضرت مسیح کی طرح اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ یعنے خدا کی محبت میں محو۔ اپنی ذات کی طرف سے لاپرواہ اور بیخبر۔ اور دنیا سے بالکل قطع تعلق کئے ہوئے تھے۔ اعلےٰ درجہ کے پارسایانہ اخلاق رکھتے اور امیر و غریب مرد و زن گنہگار اور پارسا سب پر مہربان تھے۔ لوگوں کے اخلاق کی اصلاح میں مصروف رہتے تاکہ خلقت کو فائدہ پہنچے اپنی پاک روحانی زندگی کی مثال سے مادہ پرستی کے خلاف جنگ کرنے اور اسطرح لوگوں کو سکھانے کہ خوشی اور عروج دنیاوی ترقی اور ایجادات سے حاصل نہیں ہوتے اور تہذیب دنیاوی لذات اور نعمتوں کے حاصل کرنے پر منحصر نہیں اور عوام کو بتلاتے کہ انسان اگر بالکل خدا کی محبت میں محو ہو جائے تو وہ بہت کچھ کر سکتا ہے۔ ان لوگوں نے حضرت مسیح کی طرح کرامات دکھلائی ہیں کسی دکھلاوے یا نمائش کی وجہ سے نہیں بلکہ نادانستہ طور پر محض اس قدر رتبے کے باعث جو خدا نے ان کے روحانی قرب کے انہیں عطا کر رکھی تھی انکی اس قسم کی طاقت کا ظہور کسی کے ساتھ رحم اور ہمدردی کی وجہ سے ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنی روحانی طاقت کو اسی طرح بڑھایا ہوا تھا جسطرح لوگ اپنی قوت حافظہ اپنی فصاحت اور قوت متخیلہ کو بڑھاتے ہیں۔ روحانی صفائی اور ترقی سے انہوں نے خدا کا قرب حاصل کیا تھا۔ اور جو کچھ بھی انہوں نے کیا وہ خدائی کام تھا۔ ایک فارسی شاعر کا قول ہے کہ ۔ مردان خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند

میں نے اسلام کیوں قبول کیا

(ایک انگریز نژاد امینہ نو مسلمہ کی قلم سے)

میں نے اِنگلستان کے کلیسیا کے مذہب کی آغوش میں پرورش پائی۔ اور مجھے مشکل سے کوئی ایسا وقت یاد ہے۔ جبکہ اتوار مجھ پر گراں نہ گذری ہو۔ مجھے "رسمی ولائتی اتوار" کو جو اِس مُلک میں مُروّج ہو چکی ہے منانے کے لئے مدعُو کیا جاتا تھا۔ ونیز یہ ایک ایسا دن ہے جبکہ بعض بعض افعال و اشغال سے محترز رہنے کے لئے بار بار تاکید کی جاتی ہے۔ اتوار کے روز شرارت کرنے کے لئے سخت سرزنش ہوتی ہے اور ہفتہ کے باقی ایام کی نسبت اتوار کو شرارت کرنی بہت ہی وبال کا موجب خیال کیجاتی ہے۔ اتوار کو صبح اُٹھتے ہی اس دن کا پہلا کام گرجا کی تیاری ہوتی ہے لیکن جب میں نے عیسوی مسائل کے بعض پہلوؤں پر اعتراض کرنے اور اُنکی صحت پر سوال کرنے شروع کئے۔ تو بجائے اسکے کہ کوئی شخص میرے استفسارات کے معقول جواب دیکر میری تسلی کرتا مجھے جواب میں کہا گیا۔ کہ مذہب میں تحقیق کرنی سراسر غلطی ہے۔ اور مجھے یہ بھی بتلایا گیا۔ کہ انجیل کو خداوند تعالےٰ نے لکھا ہے لیکن جب میں نے دریافت کیا۔ کہ اگر انجیل کو واقعی خداوند تعالےٰ نے اپنے قلم سے لکھا ہے۔ تو اس کا اصل مسوّدہ کہاں ہے۔ اور کیا کسی نے خداوند خدا کو خود انجیل لکھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس قسم کے استفسارات و اعتراضات نے میرے قلب سلیم میں بہت سے شکوک و شبہات پیدا کر دئیے۔ اس صورت میں ایسے مذہب کی کہ جس کے اساسی اعتقادات ہی بالکل غیر منطقیانہ مجہول و ناممکن العمل ہوں اتباع کرنا نہ صرف حماقت ہی تھی۔ بلکہ میرے لئے نہایت ہی ناخوشگوار کریہہ و ناپسند تھا۔ میں نہ صرف اپنے معبُود حقیقی کی محبت کی ہی متمنّی تھی۔ بلکہ اس ذات اقدس سے مجھے از حد دلچسپی و دلبستگی تھی۔ اور موجود علم ذات باری کا

رکھنے کے باوجود میں اور زیادہ اسکی معرفت حاصل کرنے کی مشتاق و متمنی تھی۔ اس عقیدہ کو میں کبھی بھی تسلیم نہیں کر سکتی۔ کہ ایک زبردست و رحیم خدا اپنے اکلوتے بیٹے پر رسوائی بیخیرتی و شرمندگی کی موت وارد کر کے اسے دنیا کی نجات کا موجب ٹھہرائے کیونکہ خود صلیب کا واقعہ ہی ثابت کرتا ہے کہ اس قسم کا خدا جس سے ایسے لایعنی افعال سرزد ہوں۔ ایک طاقتور و رحیم خدا کبھی نہیں کہلا سکتا۔ ایک زبردست خدا کو کسی انسانی یا ربانی امداد کی ضرورت نہیں۔ ایک رحیم خدا اپنی مرضی سے ایک بالکل بیگناہ انسان کو دوسرے مجرم لوگوں کے گناہوں کی سزا بھگتنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا۔ اور ایک بیگناہ انسان کی موت مخلوق خدا کو فسق و فجور عصیان و غلط کاریوں سے کبھی بچا نہیں سکتی۔ اس مسئلہ پر لوگوں سے بحث کرنے سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ نصف کے قریب جو عیسائیت کا دم بھرتے ہیں۔ اس لایعنی مسئلہ پر ایمان نہیں رکھتے۔ جس پر کہ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہاں اس پر قائم ضرور ہیں۔ کیونکہ اپنے اعتقاد کو نہ بدلنا یا اپنے متعلق خیال کرنے کی زحمت نہ برداشت کرنا نہایت ہی آسان امر ہے۔ اتوار کی دوپہر بھجن اور سوال و جواب کو مجبوراً زبانی یاد کرنے میں گذرتی۔ اس کے برعکس اگر مجھے خالق اکبر کی حقیقت صداقت و معرفت کے متعلق کچھ بتلایا جاتا۔ تو وہ میرے لئے بدرجہا مفید ہوتا بجائے اس کے کہ میں طوطے کی طرح ایک ایسے عقیدہ کے قواعد کو رٹتی رہی کہ جس پر میرا دلی ایمان نہ تھا۔ مجھے "مسیح کے خون و جسم" کے کلمات سے نفرت تھی۔ اگرچہ پراٹسٹنٹ فرقہ کے نزدیک یہ فقرات تمثیل و قیاسی رنگ رکھتے ہیں۔ جس کو کہ فرقہ کیتھولک "مسیح کا اصل جسم و خون" قرار دیتے ہیں۔ عشائے ربانی کا مسئلہ میرے لئے اور بھی تکلیف دہ تھا۔ اور میں نے مخفی طور پر مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو میں ہرگز اس پر ایمان نہ رکھونگی۔ اتوار کی شب خدا خدا کر کے ہم نے بھجن گانے سے ختم کی لیکن میں نے وہاں جانے اور داخل ہونے اور بھجن گانے سے انکار کر دیا۔ جس کیلئے میں نہایت ہی نافرمانبردار ٹھہری۔ اور مجھے حکم ہوا۔ کہ اگر میں ان رسمیات میں

دوسروں کی طرح شامل نہیں تو مجھے سو جانا چاہئے۔ بہر حال توار کا دن میرے لئے ایک طویل اور اکتا دینے والا ہوتا تھا۔ اور یہ دن اپنی اکتا دینے والی مصروفیتوں کی وجہ سے مجھ پر ہفتہ کے باقی ایام کی نسبت بہت ہی گراں گذرتا۔ انجیل سے مجھے ہمیشہ دل سے نفرت تھی۔ کیونکہ اس سے مجھے نہ تو کبھی راحت و تسکین ہی اور نہ ہی کبھی قلیل تک امداد اس سے مجھے ملی۔ جب میں سن بلوغت کو پہنچی۔ تو میں نے اسے ایک ایسا تضاد و عجیب و غریب کہانیوں اور ناممکنات کا مجموعہ پایا۔ کہ جس سے کوئی طمانیت و تسکین پہنچنے کی بجائے افسوس و تنفر پیدا ہو۔ مثال کے طور پر پادر صاحبان جو اس کے مفسر اور منادخیال کیے جاتے ہیں۔ جب میں نے ان سے اس کے متعلق سوالات کئے تو وہ میری تسلی کرنے سے بالکل عاجز رہے۔ اسی صورت میں وہ کتاب جو قصہ جات اور قیاسات تک ہی محدود ہو۔ اور جس کی کوئی بھی تفسیر سمجھا نہ سکے۔ اس سے خلق خدا کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ انجیل کئی درجن مختلف مصنفین کے مجموعہ کا نتیجہ ہے۔ علم طبعیات و علم الارض ثابت کرتے ہیں کہ ابتدا جیسا کہ باب پیدائش میں مرکوز ہے بالکل ناممکنات میں سے ہے۔ ہمارے پاس نیز اس کے بھی ثبوت ہیں کہ بادشاہ داؤد نے کبھی بھی گیت نہیں لکھے۔ اور اسی طرح انجیل کے دوسرے بہت سے حصص جو کہ مختلف احباب کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے ان کو کبھی نہیں لکھا۔ جس صورت میں کہ انجیل بہت سے لوگوں کی اختراع کا کام ہے۔ تو اس پر کون ایمان لائیگا۔ لیکن اس کے برعکس اسلام کی مطہر کتاب قرآن کریم ہم تک صرف ایک ہی انسان حضرت نبی کریم صلعم کے ذریعہ پہنچی ہے۔ قرآن کریم میں کبھی بھی انجیل کی طرح تحریف تغیر ملاوٹ یا موڑ توڑ نہیں کی گئی۔ اور یہ اپنے صلی مسودہ کی طرح بجنسہ ویسی ہی اصلی و سچی ہے۔ قرآن کریم اور اسلام مجھے اپیل کرتے ہیں۔ اور یہ بعض وجوہات ہیں جس کے لئے میں مشرف بہ اسلام ہوئی۔ اور جو مذہب کہ طمانیت بخش۔ ابھارنے والا اور سہارا دینے والا ہے۔ اور کیوں میں نے اس مذہب کو ترک کر دیا ہے۔ جس کی پہلی ہی تعلیم حاصل کرنیسے

مجھے کوئی رُوحانی فائدہ نہیں پہنچا ۔ نہ مجھے کسی قسم کا حوصلہ ملا ۔ اور نہ ہی مجھے باطنی عروج و طمانیت حاصل ہُوا ۔

اسلام اور عیسائیت میں قولِ فیصل

ہم میں سے کتنے ہیں جو اپنے آرام کے اوقات میں اس مذہب کی شریعت پر غور و تدبر کرتے ہیں جس کے وہ پیرو ہیں ۔ ہمارے اعتقادات کا تجزیہ یہ مطالعہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان فیصلہ کر دیگا ۔ اُلوہیتِ مسیح اور اس کا کفارہ ہی کلیسیائی الٰہیات کے اساسی اصُول نہیں ہیں ۔ یہ مسائل تو محض اس منطقی ضرورت کو پُورا کرتے ہیں جن کی تہ میں ابدی گناہ کا مسئلہ ہے ۔ انسان کا قوانین الٰہیہ کی پیروی نہ کر سکنا ہی کلیسیائی مذہب کا اساسی پتھر ہے ۔ یعنی یہ کہ انسان گنہگار ہُوا اور اس پر سزا وارد ہُوئی جس کے لئے کفارہ کی ضرورت لاحق ہُوئی ۔ کیونکہ ایک گنہگار انسان دُوسرے کے گناہ کا کفارہ نہیں ہو سکتا ۔ اسلئے خود خداوند خدا کو کفارہ ہونا پڑا ۔ اسلام اسکا قائل ہے کہ انسان قانون کی پیروی کر سکتا ہے ۔ اور اس کے لئے ایک قانون و ضابطہ موجود ہے لیکن عیسوی کلیسیا کا مذہب جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان میں قوانین کی پیروی کرنے کی استعداد نہیں ہے ۔ اسلئے وہ شریعت کو لعنت قرار دیتے ہیں ۔ اسلام انسان کو فطرتاً پاک قرار دیتا ہے ۔ اور گناہ کو بعد میں گرد و پیش کے تعلقات کا ایک نتیجہ بتلاتا ہے ۔ لیکن عیسائیت ظاہر کرتی ہے کہ گناہ انسان کی فطرت میں بطور وراثت پہنچا ہے ۔ اسلئے اُسے ایک مجرم گنہگار قرار دیتی ہے ۔ پھر اسلام انسان کی اعلیٰ سے اعلےٰ قابلیتوں کا قائل ہے جو اُسے اعلےٰ درجہ تک پہنچا سکتی ہیں ۔ اور اس طرح اسکے لئے بے انتہا ترقی کی راہ کھول دیتا ہے ۔ لیکن عیسائیت ہماری قسمت میں ہمیشہ کے لئے تباہی موزوں خیال کرتی

ہے جس سے نجات کسی دوسرے عوضی کو بطور کفارہ دیکر ہوسکتی ہے۔ اس امر کا فیصلہ کہ ان ہر دو مذاہب میں سے سچا کون ہے کوئی مشکل امر نہیں۔ ہمارے میں ہماری اپنی فطرت ہی ایک اعلےٰ درجہ کی منصف ہے۔ ہر ایک چیز جو ہمارے اندر ہے قانون کی محتاج ہے جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا اور بغیر ارادے کے قانون کی پابندی کرتی ہے۔ قانون شکنی کا نام بیماری ہے۔ اور قدرت کے قوانین کو درست طور پر عمل میں لانا علاج ہے۔ علم طب کی غرض و غایت یہی ہے۔ کہ وہ اس قابل بناوے کہ ان قوانین پر عمل کیا جائے۔ جو جسم کے متعلق ہیں۔ کبھی کسی طبیب نے کسی مریض کے دردسر کا علاج اپنا سر پھوڑ کر نہیں کیا۔ ایسے اس قسم کے قوی ذرائع اختیار کرنے پڑتے ہیں جن سے قدرت انسان کے طبعی قوانین کے مطابق ہو جائے۔ گناہ ایک اخلاقی بیماری ہے۔ جو کسی اخلاقی قانون کے توڑنے سے پیدا ہوئی ہے۔ تمام انبیاء جن میں حضرت عیسٰی بھی شامل ہیں اسلئے مبعوث ہوئے کہ وہ ہمیں اخلاقی اور روحانی قوانین بتلائیں اور ان پر عمل کرائیں۔ اگر کوئی لائق اور ہوشیار ڈاکٹر اپنا بازو کاٹنے سے اپنے مریض کے بازو کی کوئی بھی بیماری دُور نہیں کرسکتا۔ اور اگر کوئی ڈاکٹر خودکشی کرکے کسی ایسے مریض کو جو مُہلک بیماری میں مبتلا ہو بچا نہیں سکتا تو پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ صلیب پر کسی شخص کی موت ہم سب کو رُوحانی موت کے نتائج سے نجات دے سکتی ہے۔ کیا غلطی رائے کا نتیجہ بہرحال گناہ نہیں۔ کیا عقل کا صائب طور پر کرنا ممکن نہیں۔ اس سے انکار کرنا گویا اپنی طرز زندگی کے خلاف کہنا اور کرنا ہے ہمیں تو صرف عقل و تمیز کی تربیت اور اس کے لئے قواعد کی ضرورت ہے۔ اس مرحلہ تک پہنچنے کے لئے ہم مکتب اور دارالعلوم میں داخل ہوتے ہیں۔ وہاں تاریخ اور سوانحعمریاں پڑھتے ہیں۔ اور دانا لوگوں کی نصائح اور نیکوکاروں کی صحبت کے متلاشی ہوتے ہیں۔ اگر انسان کی عقل تربیت کے قابل نہیں تو سب کچھ فضول اور بے سود ہے۔ خدا نے ہمیں مختلف قسم کی قابلیتیں عطا کی ہیں اور اس نے قانون بھی وضع کیا تاکہ اُن سے درست کام لیں۔ خدا نے انسان کے اندر قوانین کی تابعداری کا ملکہ بھی رکھ دیا۔ کیا یہ ظاہر نہیں کہ عقل و تمیز بھی ایک طاقت ہے۔ تو پھر کیوں خیال کیا جاتا ہے

کہ اس میں قانون پر چلنے کی قابلیت نہیں۔ پس اگر یہ قانون پر عملدرآمد کر سکتی ہے۔ تو ہم اپنی نجات خود حاصل کر سکتے ہیں۔ اور ہمیں کسی کفارہ کی ضرورت نہیں رہتی +

لیکن اب ہم ان احکام پر غور کرتے ہیں جن پر عمل کرنا عیسائیت کے نزدیک ناممکن ہے۔ ان کا بیان عہد عتیق کی دوسری کتاب باب ۲۰ میں ہے ذیل میں انہیں مختصراً لکھا جاتا ہے:-

(۱) ایک خدا کی پرستش کیجائے (۲) کسی دوسرے کو اس کا شریک گردانا جائے (۳) خدا کا نام بے سود نہ لیا جائے (۴) سبت کا احترام کیا جائے (۵) والدین کی عزت کی جائے (۶) قتل نہ کیا جائے (۷) زنا نہ کیا جائے (۸) چوری نہ کیجائے (۹) جھوٹی گواہی نہ دیجائے (۱۰) ہمسایہ کے مال پر نظر طمع نہ رکھی جائے +

اب دیکھیں کہ کیا اسلام نے کم از کم ایک چوتھائی حصہ دُنیا سے زیادہ کو ایک خدا کی پرستش کرنے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ کرنے کے قابل نہیں بنا دیا۔ اور کیا عیسائیت کی وجہ سے کروڑ ہا لوگ سبت کے احترام کی خاطر بیکار نہیں رہتے۔ کیا دُنیا میں لکھو کھا ایسے مسلمان دکھائی نہیں دیتے۔ جو قرآن شریف کے حکم کے مطابق اپنے والدین کو خدا سے اُتر کر سمجھتے ہیں۔ پانچ احکام تو اس طرح پورے ہوئے۔ باقی ہر ایک مہذب سوسائٹی کے مُلکی اور جنگی قوانین میں پائے جاتے ہیں۔ اور ان پر درست طریق سے عمل ہوتا ہے اگر ہم فطرتاً مجرم ہیں۔ جیسا کہ عیسائی مذہب ہمیں قرار دیتا ہے۔ تو پھر ہمارے وضع کردہ قوانین کی عزت اور پابندی کیسے ہوتی ہے۔ کیا ہم سب حقیقتاً میں قاتل۔ زانی۔ چور۔ کاذب اور لالچی ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے اور ہمارا خیال اپنی نسبت کیسا ہی ہولناک ہے۔ اور انسانیت کو کیسا ہی ادنےٰ درجہ دیا گیا ہے۔ باوجود اس کے ممبروں پر کھڑے ہو کر ہمیں بتلایا جاتا ہے۔ کہ انسان کی

ہر ایک خوبی اور نیکی کو ظہور میں لانے کے لئے عیسائیت نے بہت مدد دی ہے۔ لیکن جو شخص فطرتاً گنہگار ہے وہ اپنے اندر شرافت اور نیکی کیسے رکھ سکتا ہے۔ مگر ہم میں یہ صفات درحقیقت موجود ہیں۔ اور اس سے اس تعلیم کے بہت سے حصے کا بطلان ہوتا ہے جو مذہبی رنگ میں دی جاتی ہے +

نظم در مدح حضرت محمد مصطفے احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

در دلم جوشد ثنائے سرورے — آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشقِ یارِ ازل — آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے
آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حق ست — ہمچو طفلے پروریدہ دربرے
آنکہ در بر و کرم بحرِ عظیم — آنکہ در لطفِ اتم یکتا دُرے
آنکہ در جود و سخا ابرِ بہار — آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
آں رحیم و رحم حق را آیتے — آں کریم و جودِ حق را مظہرے
آں رخِ فرخ کہ یک دیدارِ او — زشت رُو را میکند خوش منظرے
آں دلِ روشن کہ روشن کردہ است — صد درونِ تیرہ را چوں اخترے
آں مبارک پے کہ آمد ذاتِ او — رحمتے زاں ذاتِ عالم پرورے
احمدِ آخر زماں کز نورِ او — شد دلِ مردم زخورِ تاباں ترے
از بنی آدم فزوں تر در جمال — وز لآلی پاک تر در گوہرے
بر لبش جاری زحکمت چشمۂ — در دلش پُر از معارف کوثرے
بہرِ حق داماں زغیرش برفشاند — ثانیٔ او نیست در بحر و برے
آں چراغش داد حق کش تا ابد — نے خطرِ نے غم زبادِ صرصرے
پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل — بر میاں بستہ زشوکت خنجرے
تیرِ او تیزی بہ میداں نمود — تیغِ او ہر جا نمودہ جوہرے

کرد ثابت بر جہاں عجزِ بتاں
تا نماند بے خبر از زورِ حق
عاشقِ صدق و سداد و راستی
خواجہ و مر عاجزاں را بندگی
آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید
از شرابِ شوقِ جاناں بیخودی
روشنی از وے بہر قومے رسید
آیتِ رحمٰن برائے ہر بصیر
ناتواناں را برحمت دستگیر
حسنِ روئش بہ ز ماہ و آفتاب
یک نظر بہتر ز عمرِ جاوداں
مسکہ از حسنش ہمیدارم خبر
یاد آں صورت مرا از خود برد
می پریدم سوئے کوئے او مدام
لالہ و ریحاں چہ کار آید مرا
خوبئ او دامنِ دل میکشد
دیدہ ام کو ہست نورِ دیدہ ہا
تافت آں روئے کزاں رو سرنتافت
ہر کہ نے او زد قدم در بحرِ دیں
امّی و در علم و حکمت بے نظیر
آں شرابِ معرفت دادش خدا
شد عیاں از وے علے الوجہ الاتم
ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال

وا نمودہ زورِ آں یک قادرے
بت ستائے و بت پرست و بت گرے
دشمنِ کذب و فساد و ہر شرے
بادشاہ و بیکساں را چاکرے
کس ندیدہ در جہاں از مادرے
در سرش بر خاک بنہادہ سرے
نورِ او خورشید بر ہر کشورے
حجتِ حق بہرِ ہر دیں درے
خستہ جاناں را بشفقت غمخورے
خاکِ کوئش بہ ز مشک و عنبرے
گر فتد کس را بداں خوش پیکرے
جانفشانم گر دہد دل دیگرے
ہر زماں مستم کند از ساغرے
من اگر میداشتم بال و پرے
من سرے دارم بآں روئے و سرے
موکشانم می برد زور آورے
در اثر مہرش چو مہرِ انورے
یافت آں درماں کہ بگزیداں درے
کرد در اول قدم گم معبرے
زیں چہ باشد حجتے روشن ترے
کز شعاعش خیرہ شد ہر اخترے
جوہرِ انساں کہ بود آں مضمرے
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے ایل۔ایل۔بی مسلم مشنری ووکنگ انگلستان کی نئی تصنیفات

خطبات غزنیہ

قیمت فی خطبہ ۲ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو ومحرریہ ووکنگ انگلستان۔ یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لنڈن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معروف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کے لئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں اور لیکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کرکے چھپائے گئے ہیں درج ذیل

(۱) سلسلہ خطبات غزنیہ موسوم مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
(۲) " " توحید۔ دعا۔ تصوف۔
(۳) " " خطبات عیدین۔
(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطبات
(۵) اسلام اور دیگر مذاہب۔
(۶) حقوق نسواں۔

نوٹ:۔ مکمل سٹ چھ عدد خطبات مجلد عہ بے جلد یک روپیہ (عہ)

لمعات انوار محمدیہ صلعم

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک حالات آپکے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا فوٹو۔ علمی۔ ادبی۔ تمدنی۔ اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جس میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری وجناب مولوی صدرالدین صاحب بی۔اے۔بی۔ٹی وحضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ایل ایل۔بی۔ وجناب شیخ سید حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء۔ وجناب مارمیڈیوک پکتھال وجناب ایس۔ایچ لیڈر مصنف ویزرٹ ودیگر مشاہیر قوم کے گراں قدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے۔ **قیمت ۶ مجلد ۱۰**

مروارید ثلاثہ

:۔ یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں **قیمت مجلد ۲ ۸**

براہین نیرہ حصہ اول

(معروف بہ زندہ کامل الہام) اس میں دکھلایا گیا ہے کہ قرآن کریم خاتم اور ناطق ایک الہامی کتاب ہے۔ جس میں تہذیب۔ تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں ... **قیمت ۱۲**

ام الالسنہ

معروف بہ زندہ وکامل الہامی زبان) یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو۔ انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل زبانیں اس سے نکلی ہیں اور ابتداء میں سب ملکوں کے اباؤ اجداد عربی الاصل تھے **قیمت ۱۲**

اسوۂ حسنہ

(معروف بہ زندہ وکامل نبی) اس میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اسکو پڑھکر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں **قیمت ۸**

المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

مسلم انڈیا اور اسلامک ریویو ووکنگ انگلستان

قیمت سالانہ معہ ... سات روپے

اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام

قیمت سالانہ تین روپے

ایڈیٹرز۔ خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی و مولوی صدرالدین صاحب بی۔اے۔بی۔ٹی مسلم انڈیا و اسلامک ریویو کسی معرف کرانے کا محتاج نہیں صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ اسوقت اسی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہی ہیں اس کا ہر ایک خریدار اب گویا بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا متکفل ہو جاتا ہے اگر برادران ملت کوشش کرکے انگریزی رسالہ کی پانچہزار اور اردو کی دس ہزار خریدار پیدا کردیں تو ان کا منافع ہمارے ووکنگ کے اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہو۔ اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچ روپے سالانہ بھیجدے تو ہم انکی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کردینگے۔ کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں ایسے نہیں؟

دوستو! اٹھو! جاگو! وقت کو غنیمت سمجھو! اسلامک ریویو ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے اور بفضلہ تعالیٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے۔ اسکو مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اجر جزیل پاؤ۔ **والسلام**

نوٹ: ہر دو کا نمونہ ۲ کے ٹکٹ پر مفت ارسال خدمت کیا جائیگا کل درخواستہا خریداری بپتہ ذیل آنی چاہئیں

المشتہر خواجہ عبدالغنی مینجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور